مقام صحابہ رض اور مسئلہ خلافت وشہادت

مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک

مقامِ صحابہؓ
اور
مسئلہ خلافت و شہادت

از ارشادات

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب دامت برکاتہم
بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سلسلہ
۷

شائع کردہ
شعبۂ تصنیف و اشاعت دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور

رجب ۱۳۸۲ھ

مقام اشاعت ...... دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مطبع .... منظور عام پریس پشاور

تعداد اشاعت ۱۰۰۰

تاریخ اشاعت .... رجب سنہ ۱۳۸۲ھ

ہدیہ .... ایک روپیہ

مقامِ صحابہ و مسئلہ خلافت و شہادت

از

ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب مدظلہ
مہتمم و بانیٔ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صحابہ کرام کے مقام و احترام. اور ان کی باہمی رواداری کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب کی بصیرت افروز تقریر جو آپ نے ۹ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ کو بعد نماز عشاء بمقام رسالپور ایک اجتماع میں ارشاد فرمائی
نے تین گھنٹے کے اس طویل خطاب میں واقعہ شہادت حسینؓ. مسئلہ خلافت. شیخین
حضرت علی و حضرت معاویہ کا باہمی تعلق اور دیگر کئی مضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے. حاضرین
ن اکثریت فوجیوں اور سرکاری ملازمین پر مشتمل تھی. ذیلی حواشی اور ضمنی مباحث
نے کتاب کی افادیت کو دوبالا کر دیا ہے

سلسلہ ۷

حققہ وعلق حواشیہ
سمیع الحق المدرس بدار العلوم الحقانیہ

شعبۂ تصنیف و اشاعت دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور (مغربی پاکستان)

ہدیہ - ایک روپیہ

پیش لفظ

باسمہ تعالیٰ شانہ

حامداً و مصلیاً ۔ آج کے پر آشوب زمانہ اور پر فتن دور میں جہاں ایک طرف دشمنانِ اسلام ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہو کر ہر طرف سے دین اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ مسلمان اپنے مذہب۔ تہذیب اور تمدن سے برگشتہ ہو کر اغیار کی تہذیب اور تمدن کو اپنائیں، وہاں دوسری طرف خود مسلمانوں کے یہاں ایسے مذہبی فتنے پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کی بدولت اسلام کے نام لیواؤں میں اتحاد کی بجائے اختلاف، اتفاق کی بجائے افتراق۔ اور مرکزیت کی جگہ انتشار پایا جاتا ہے۔ ہر گروہ دوسرے گروہ کے خلاف صف آرا ہو گیا ہے اور اپنی پوری قوت کو اس کے خلاف استعمال کرنے میں سرگرمی دکھا رہا ہے۔ حد یہ ہے۔ کہ اس انتشار اور باہمی افتراق سے پوری ملتِ اسلامیہ بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ اور وہ پاک و مقدس ہستیاں بھی آج کے بے لگام زبانوں کی طعن و تشنیع سے محفوظ نہیں رہیں۔ جن کی پاک سیرتیں پوری ملت کے لئے اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور جن کے حق میں زبان درازی سے پوری امت کو اس طرح ڈرایا گیا ہے کہ : اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لاتتخذوھم من بعدی غرضا فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم الحدیث اور لاتسبوا اصحابی فلوان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ

صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات یا مسائل و مشاجرات پائے گئے ہیں۔ اُن پر ہمارے لئے ایسے طریقہ سے تبصرہ کرنے کا ہرگز حق نہیں جس میں ایک گروہ کی تنقیص یا توہین کا ادنیٰ شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔ ورنہ ایمان خطرے میں پڑ جائے گا۔

مگر افسوس! کہ امت میں ایک گروہ اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ہمیشہ یہ کرتا چلا آیا ہے۔ کہ جب بھی اس قسم کے معاملات اور مسائل پر زبان کھولتا ہے۔ تو اپنے مخصوص نظریات کے تحت نہ صرف یہ کہ صحابہؓ کرام کے ایک گروہ کو ہدف ملامت بنا دیتا ہے۔ بلکہ علانیہ طور پر حضرت علی رضی اللہ کے ماسوا تینوں خلفاء راشدینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سب و شتم اور طعن و تشنیع کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اور اہل بیت کی محبت کا آڑ لے کر کھلے طور پر صحابہ کرام پر تبرا کر دیتا ہے۔ اور رسم عزا کو زندہ رکھنے کے لئے شہادت امام حسین علیہ السلام کی یادگار کے طور پر ماتم کیا کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں اصل حقیقت کو واضح کرنے کی غرض سے ہمارے بزرگ اور مخدوم و محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے گذشتہ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ میں جناب حافظ حبیب الرحمان صاحب مالک آئس فیکٹری کی دعوت پر رسالپور کے ایک عام اجتماع میں جس کی اکثریت فوجیوں اور سرکاری ملازمین پر مشتمل تھی، ایک جامع اور مبسوط و مدلل تقریر فرمائی جو اس وقت ضبط کر لی گئی اور ترتیب کے بعد پیش کی جارہی ہے۔ حضرت موصوف دام مجدہم نے اس تقریر میں بڑے دل نشین اور اپنے مخصوص عالمانہ انداز میں دور صحابہؓ میں پیش آمدہ اہم اور معرکۃ الآرا مسائل کو قرآن و حدیث اور مستند تاریخی شہادتوں کی روشنی میں اچھی طرح حل کیا ہے۔ جس سے یہ حقیقت پوری طرح

واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں صحابہؓ کرام کا مقام کیا ہے۔ مسئلہ خلافت کی اصل حقیقت کیا ہے۔ اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کس طرح معرض وجود میں آئی تھی۔ یہ اور اس قسم کے دوسرے دینی مسائل اور اہم موضوعات پر نہایت قیمتی ذخیرۂ معلومات اس تقریر میں یکجا جمع کیا گیا ہے۔ جو نہ صرف عام اہل اسلام کے لئے بیحد مفید ہے بلکہ علماء اور عام طلبۂ علم دین بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

اس تقریر میں جہاں جہاں اثبات مدعی کے لئے روایات حدیثیہ کو بغرض استدلال پیش کیا گیا ہے۔ اور ماخذ ان کے لئے بیان نہیں کئے گئے ہیں۔ یا کوئی تاریخی واقعہ تاریخ کے صفحات سے اجمالی انداز میں پیش کیا گیا ہے اور تاریخی ماخذ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ وہاں برادر محترم مولانا سمیع الحق صاحب فاضل اور مدرس دارالعلوم حقانیہ نے میری خواہش پر بڑی محنت اور عرق ریزی سے روایات حدیثیہ کیلئے ماخذ اور تاریخی واقعات کیلئے کتب تاریخ کا تتبع اور استقراء کر کے حاشیہ میں حوالہ بھی دیا ہے۔ اور جا بجا تشریحی نوٹ بھی مختصر لکھے جس سے کتاب کی افادیت میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ پوری کتاب مجھے پڑھ کر سنائی گئی ہے۔ جو بیحد پسند آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ برادر عزیز مولانا سمیع الحق صاحب کو جزائے خیر دے جنہوں نے اس بیش بہا علمی ذخیرہ کو مرتب کر کے ادارۂ نشر و اشاعت دارالعلوم کو مسلمانوں کے دینی فائدے کی غرض سے اسے شائع کرنے کا موقعہ بہم پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوی توقع ہے۔ کہ یہ علمی اور تبلیغی کارنامہ ان کے آئندہ علمی اور تبلیغی کاموں کے لئے ایک مبارک فال اور زریں پیش خیمہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے حق میں صدقہ جاریہ کی حیثیت سے رہے گا۔ آمین وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

نیز مجھے توقع اور امید ہے کہ ادارۂ نشر و اشاعت سے آئندہ بھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی بلند پایہ علمی و اصلاحی تقریروں کے ضبط و ترتیب و اشاعت کا کام جاری رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ اولاً و اخراً۔

مفتی محمد یوسف عفی اللہ لہ و عفا عن کل شیٔ
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳۰ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ. الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و نشھد ان سیدنا وسندنا وشفیعنا وحبیبنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ الطیبین۔

وعن ابی قتادہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن آذاھم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ ومن آذی اللہ فیوشک ان یاخذہٗ (رواہ الترمذی) اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ:۔ حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے میرے صحابہ کے بارے میں ڈرتے رہنا ان کو میرے بعد نشانہ ملامت وھدف طعن وتشنیع نہ بنانا. جو صحابہ کرام سے محبت رکھے گا. تو میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت رکھے گا. اور جو اُن سے بغض ونفرت رکھے گا وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھے گا. جس نے صحابہ کو ایذا دی. اُس نے مجھ کو ایذا دی. اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دینی چاہی اور جو اللہ کو ایذا دینے کا ارادہ کرے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے پکڑ لے. (رواہ الترمذی)

تمہید محترم بزرگو! بغیر کسی تصنّع کے آپ حضرات کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں کہ نہ مجھے وعظ کا سلیقہ ہے۔ اور نہ مجھ میں کچھ علم ہے۔ صرف آپ حضرات کے جذبات محبت اور جناب حافظ صاحب کے حکم کی وجہ سے آپ کے سامنے حاضر ہوں جو میری خوش قسمتی ہے۔

میں ایک طالب علم کی حیثیت سے یہاں بیٹھا ہوں اور جی چاہتا ہے۔ کہ چند باتیں بھائیوں کی طرح آپس میں بیٹھ کر کچھ سمجھنے کچھ سمجھانے کی طالب العلمانہ طریقے سے آپ کے سامنے عرض کروں، وقت بھی تھوڑا ہے۔ ایک چیز تو یہ ہے۔ کہ کل کے مبارک دن یوم عاشورہ میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے، کونسا کام ہمیں اسلام نے اس دن میں کرنے کا بتایا ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اس دن جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو میدانِ کربلاء میں پیش کیا وہ کس بناء پر؟ اور کس وجہ سے وہاں گئے اور پھر شہید ہوئے۔

کچھ شبہات بھی ہیں جو اس وقت میرے بعض بھائیوں نے پیش کئے۔ موقعہ ملا تو ان کے متعلق بھی کچھ عرض کروں گا۔ مگر الاھم فالاھم کے مطابق مجھے پہلے کل کے دن یعنی یوم عاشورہ کے بارے میں عرض کرنا ہے۔

یوم عاشورہ کے فضائل حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خداوند تعالےٰ نے بہت سی قوموں پر اس دن میں رحمت کی توجہ فرمائی۔ اور آئندہ بھی اس دن میں بہت سے لوگوں پر رحمت فرمادیں گے۔

فیہ یومٌ تابَ اللہ علی قومٍ ویتوبُ علیٰ آخرین اوکما قال علیہ السلام۔

اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی فوجی طاقت سے نجات ملی جب وہ سب کے سب بحیرۂ قلزم میں غرق کر دیئے گئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو خدا تعالیٰ نے نجات دی۔ اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کو کشتیٔ نوح کے ذریعہ نجات ملی۔ تمام ملک میں کفر و شرک تھا۔ ساڑھے نو سو برس تبلیغ فرمائی۔ اور جب خداوند تعالےٰ کا غضب جوش میں آیا۔ تو تمام زمین پر سیلاب آیا اور پھر یوم عاشورہ کو آپ کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری اور حضرت نوحؑ زمین پر اُترے۔ حضور نے فرمایا:

عن ابی قتادہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صیامَ یومِ عاشوراء احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہٗ[1] (رواہ مسلم)

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ عاشورہ کے دن اگر کوئی شخص نفلی روزہ رکھے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے پورے سال کے گناہوں کو بخش دے گا۔

مگر اتنی بات یہاں یہ بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ بعض کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ جو بندوں کے حقوق اور آپس کے معاملات ہیں۔ تو وہ خدا تعالیٰ معاف نہیں کرتا وہ قیامت کے دن خداوند تعالےٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ حضورؐ نے ایک دفعہ صحابہ کرام سے سوال فرمایا کہ تم جانتے ہو مفلس

---

[1] حضرت ابی قتادہ کے مفصل روایت کا ایک حصہ ہے مسلم و مشکوۃ وغیرہ ۱۲

کون ہے۔؟ صحابہ کرامؓ نے کہا جس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں یہ تو چند روزہ زندگی ہے۔ ہر شخص پر گذر جائے گی۔ مفلس وہ ہے۔ جب میدانِ حشر میں ایک شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے آیا ہوگا اور اس نے دنیا میں نماز۔ روزے حج اور نیک کام کئے ہونگے مگر جب خدا کے سامنے پیش ہوگا تو میدانِ محشر میں حاضرین کے سامنے حقوق العباد کے بدلے میں اس کی نیکیاں چھین کر دوسروں کے حوالہ کردی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ اصحاب حقوق کو فرمادے گا کہ اگر ایک دانق (روپے کا چھٹا حصہّ) بھی کسی نے تم سے چھینا ہو تو اس شخص کے سات سو مقبول باجماعت نمازوں کا ثواب تمہیں دے دیا جائے گا۔ اب جس نے ہزاروں روپے اوروں کے دبائے، حق تلفیاں کیں اور لوگوں کی آبرو ریزیاں کیں اس شخص کے افلاس اور غربت و بے کسی کا کیا حال ہوگا۔ بہر حال حقوق العباد کی تلافی اس دنیا میں ایک دوسرے سے کرادو۔ اور وہاں جو خدا کے حقوق ہیں اس کی تلافی یوم عاشورہ کے روزے سے جب کہ پورے اخلاص و نیتِ رضائے خداوندی سے ہوں ہو جائے گی۔ اور حسبِ ارشادِ نبوی ایک سال کے گناہ خدا معاف کردے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشورہ کے روزوں کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔[1]

---

[1] عن ابن عباسؓ قال ما رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علی غیرہ الاھذا الیوم یوم عاشوراء وھذا الشھر یعنی شھر رمضان۔ (الحدیث متفق علیہ)

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آئندہ سال زندگی دی تو میں صرف یوم عاشورہ پر اکتفا نہیں کروں گا۔ بلکہ اس سے ایک دن آگے پیچھے بھی روزے رکھوں گا۔ چونکہ آپ کے زمانہ اور اس سے قبل کے یہود و نصاریٰ

اہلِ کتاب سے مخالفت

یوم عاشورہ کی تعظیم کرتے تھے۔ اور اس دن روزہ رکھتے تو آپ نے اہلِ کتاب سے مخالفت کی خاطر آگے پیچھے بھی روزہ رکھنے کا عزم ظاہر کیا کہ ظاہری مشابہت بھی ان کے ساتھ نہ رہے۔[۱]

گویا اس وقت کے اہلِ کتاب کو بھی اپنے مذہب کا کچھ نہ کچھ پاس تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون سے اس دن نجات ملی اور فرعون غرق ہوا۔ اس شکریہ اور اس دن کے احترام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ اور اہلِ کتاب بھی ان کی تقلید میں عاشورہ کے روزے رکھ رہے تھے۔ اب تو نہ عیسائیت رہی اور نہ یہودیت۔ بلکہ صرف دہریت ہی دہریت ہے۔ تو اگرچہ یہ روزہ واجب و فرض نہیں مگر مستحب اور موجب اجر و ثواب ہے۔ اس کے علاوہ اس دن صدقے دینا یا نیکی کے

---

[۱] وعن ابن عباس رضؓ قال حین صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء وامر بصیامہ قالوا یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیہود و النصاریٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع (رواہ مسلم)

۱۲ مرتب س م۔

اور امور کرنا بھی باعث اجر ہے. تمہیں حکومت نے کل چھٹی دی ہے. تو اس کا مقصد یہ نہیں کہ کل آپ ہر طرح سے آزادی کریں اور ناجائز قسم کی خوشیاں منائیں. بلکہ نیک اعمال کریں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور احسان ہے کہ وہ ہمیں ہمت اور قدرت سے بڑھ کر کسی کام کے مکلف نہیں بناتے. مگر کم از کم ان ایام میں نماز باجماعت کا التزام کرنا چاہیئے.

بعض کتابوں میں لکھا ہے. کہ اگر کوئی شخص اس دن اپنے اہل و عیال کے رزق میں فراخی اور وسعت لائے مثلاً عموماً گھر میں دال پکتا ہے. اور اس دن اہل عیال کو گوشت سالن کھلا دے تو آیندہ تمام سال اس کی برکت سے انشاء اللہ رزق میں برکت ہو گی. بھوک اور فقر نہ آئے گی. اسلام ایک دین رحمت ہے اگر ہماری نیت درست ہو اور قانونِ خداوندی کے مطابق زندگی ہو تو ہمارے ذاتی اور نجی امور بھی عبادات میں شمار ہو سکتے ہیں. حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس کے ساتھ شفقت اور محبت کرے اور اس کے منہ میں پیار و محبت سے ایک لقمہ دیدے تو یہ بھی تمہارے لئے صدقہ ہے اپنے بچّے کو خدا تعالیٰ کا نعمت سمجھ کر اور اس کا حق سمجھ کر کچھ کھلایا یہ بھی تمہارے لئے صدقہ ہے[۱]. اسلام کیسا عجیب مذہب ہے. اگر اعمال میں خلوص ہو تو ایک دن کی عبادت کی برکت سے تمام سال کے رزق

---

[۱] عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن یوجر فی کل امرہ حتی فی اللقمۃ یرفعھا الی فی امرأتہ (مشکوٰۃ ص ۱۵۱ بحوالہ بیہقی ۱۲ س م)

میں وسعت اور برکت ہوگی انشاءاللہ فاقہ نہیں ہوگا۔ مگر ہمارے زمانہ میں تو اب معاملہ الٹا ہو چکا ہے۔ کل کے مبارک

یوم عاشورہ میں شرعی محرّمات کا ارتکاب

دن ہمارے بعض بھائی ایسے ایسے امور کا ارتکاب کریں گے جس کی شریعت نے سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ مسلمانوں کو شجاعت کی تعلیم دی گئی ہے۔ مسلمان قوم مصیبت پر روتی نہیں۔ شجاع قوم پٹائی اور سینہ کوبی نہیں کرتی پھر دیکھیے ہماری ان حرکات کے نتائج کتنے خطرناک ہو سکتے ہیں۔؟

صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

ان المیّت لیعذّب ببکاء اھلہٖ علیہ (الحدیث)[1] یعنی جو مرد و عورت مردے پر روتے پیٹتے اور چیختے چلاتے ہیں تو اس کی وجہ سے مردے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم نے مختلف طرق سے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی واضح احادیث سے یہی مضمون ثابت ہوتا ہے۔ عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے۔ الاتسمعون ان اللہ لایعذب بدمع العین ولابحزن القلب ولکن یعذب بھذا و اشار الی لسانہٖ او یرحم وان المیت لیعذب ببکاء اھلہٖ (متفق علیہ) ابوموسیٰ کی روایت میں ہے۔ قال سمعت رسول اللہ یقول ما من میت یموت فیقوم باکیھم فیقول واجبلاہ واسیّداہ ونحو ذلک الاوکّل اللہ بہٖ ملکین یلھزانہٖ (ای یدفعانہ ولیضربانہ) ویقولان اھکذا کنت رواہ الترمذی۔ وعن ابن عمر نھیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تتبع جنازۃ معھا رانۃ (ای صائحۃ نائحۃ) رواہ احمد وابن ماجۃ۔ وقولہٗ فی خطبتہٖ بتبوک النیاحۃ من عمل الجاھلیۃ (زاد المعاد ج ۲)

قانون مکافات اور حدیث بکاء علی المیت کی ایک توجیہ

اس حدیث کے بہت تفاصیل ہیں. یہاں اتنا سمجھئے کہ قیامت کا دن ایک ایسا ہولناک دن ہے کہ کسی کا بار اور بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا. ارشاد خداوندی اس پر دال ہے۔

ولاتزرُ وازرۃٌ وزرَ اخریٰ وان تدعُ مثقلۃٌ الی حملہا لایحمل منہ شیئٌ ولوکان ذاقربیٰ الآیۃ۔

اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا. اور اگر پکارے کوئی بھاری بوجھ والا اپنے بوجھ بٹانے کو کوئی نہ اٹھائے اس میں سے ذرا بھی اگرچہ ہو رشتہ دار قرابتی۔

باپ بیوی شوہر بیٹا ایک دوسرے کو امداد کے لئے پکاریں گے۔ مگر لایحمل منہٗ شیئٌ ایک بھی دوسرے کا بوجھ نہیں ہلکا کر سکے گا. تو یہ دنیا کا نہیں بلکہ آخرت کا قانون ہے۔ اور دنیا کا قانون یہ ہے. کہ:

واتّقوا فتنۃً لاتصیبنّ الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ۔

اس فتنہ اور عذاب سے بچتے رہو جس کا اثر اور وبال غیر ظالم پر بھی ہوگا.

صرف مجرم نہیں بلکہ غیر مجرم بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔

ایک محلہ میں زانی اور چور رہتے ہیں. اب ایک شخص خود مجرم نہیں مگر ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اور نشست و برخاست رکھتا ہے. اس کو بسا اوقات مجرم کے ساتھ پکڑا دیا جاتا ہے. یہ دوسری بات ہے. کہ دھکے کھا کھا کر اور عدالت میں صفائی کرنے کے بعد چھوٹ جاتا ہے. مگر ایسے مواقع پر پولیس احتیاطاً اسے بھی پکڑ لیتی ہے. خشک لکڑی کے ساتھ تر لکڑی بھی جل جاتی ہے. اس طرح

ایک لوہا اکیلا پانی پر نہیں تیر سکتا مگر جب کشتی میں لگا دیا جائے تو لکڑی کے اتصال کی وجہ سے دریا میں تیرنے لگتا ہے۔ اس طرح خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ واتقوا فتنۃً الآیۃ۔ اگر کسی ملک کی اکثریت ۷۰ فیصدی مجرم ہے۔ بے دین اور خدا سے باغی ہے تو ۳۰ فیصدی بھی دنیاوی عذاب سے نہیں بچ سکتی۔ ہاں اگر اکثریت دین دار بن جائے پھر بے دینوں کا بھی ان کی برکت سے دنیا میں بچ کر رہنے کا احتمال ہے۔ تو دنیا کے لئے یہ قانون ہے۔ مگر قبر کی زندگی کا تعلق من وجہ دنیا سے ہے۔ اور من وجہ آخرت سے ہے۔ بین بین ہے۔ ایک گونہ اس کا رابطہ دنیا سے اور ایک گونہ آخرت سے ہے۔

اگر کسی نے بے نمازوں کو نماز سکھلا دی۔ لوگوں کو دینی تعلیم دی۔ مسجد بنائی۔ پل بنایا۔ ہسپتال بنایا۔ اور وہ شخص مرگیا تو اس لحاظ سے اس کا تعلق دنیا

لہ کئی احادیث اس مضمون پر دال ہیں۔ مشکوۃ کی روایت ہے: ان اللّٰہ تعالیٰ لایعذب العامۃ بعمل الخاصۃ حتی یروا المنکر بین ظہرانیہم وھم قادرون علی ان ینکروہ فلا ینکروا فاذا فعلوا ذلک عذب اللّٰہ العامۃ والخاصۃ۔ مشکوۃ ص۴۳۸

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق کی روایت میں ہے۔ مامن قوم یعمل فیھم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لا یغیرون الا یوشک ان یعمہم اللّٰہ بعقاب۔ وفی اخری لہ مامن قوم یعمل فیھم المعاصی ھم اکثر ممن یعملہ۔ (مشکوۃ ص۴۳۶) وفی روایۃ البختری قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لن یھلک الناس حتی یعذروا (فی القاموس اعذر فلان ای کثرت ذنوبہ وعیوبہ) مشکوۃ ص۴۳۸۔

سے باقی ہے۔ کہ ان نمازیوں کا ثواب مسجد بنانے والے کو بھی ملے گا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

من سن سنۃً حسنۃً فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الحدیث۔	جس نے ایک اچھے طریقہ کی بنیاد رکھی اُس کو اس کا اجر ملے گا اور جو بھی اس کے طریقے پر چلا اس کا اجر اسے ملے گا۔

قابیل نے ہابیل کو قتل کر کے ایک غلط طریقہ جاری کیا۔ اس کے بارہ میں حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس کے بعد دنیا میں ہونے والے ہر قتل کا کچھ حصّہ اور وبال قابیل کو بھی ملے گا۔[1]

رونے پیٹنے کا وبال

تو قبر کی زندگی بین بین ہے۔ اگر ہمارے بھائی روئیں پیٹیں تو کیا قبر میں حضرت حسین اور شہداء کے ارواح کو تکلیف پہنچے گی یا راحت؟ یہ لوگ الٹا ان کے تکلیف واذیت کا باعث بن رہے ہیں۔ آج ہم دنیا کی ایسی فضا اور ماحول میں رہ رہے ہیں۔ کہ ہماری رسومات اور طریقوں سے دوسرے اقوام کو خبر ہوتی ہے۔ کوئی بات چھپی نہیں رہتی اس کا اثر باہر کی دنیا لے رہی ہے۔ کہ مسلمان قوم بزدل اور رونے پیٹنے۔ ہائے ہائے کرنے والی قوم ہے۔ اگر یہ خون اور آنسو اللہ کے نام پر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے دشمنوں کے مقابلے میں بہائے جاتے تو آج

---

[1] قال النبی علیہ السلام لاتقتل نفسٌ ظلماً الاکتب علی ابن آدم الاول (ای القابیل) کفلٌ من دمھا لانہٗ اول من سنّ القتلَ الحدیث۔

اسلام تمام دنیا پہ غالب ہوتا اور ہندوؤں کے مقابلہ میں ہم کشمیر کب سے فتح کر لیتے تو بلاشبہ بہادری بھی ہوتی اور صرف کشمیر کیا دنیا فتح کر لیتے۔ یہاں رونا پیٹنا بھی کوئی بہادری ہے۔ حضورؐ نے بطور شکایت فرمایا۔ کہ چار باتیں ہیں جاہلیت کی جنہیں میری امّت نہیں چھوڑے گی۔ ۱۔ الفخر فی الاحساب (اپنے کمالات پر غرور اور فخر کرنا) ۲۔ والطعنُ فی الانساب۔ (اور کسی کے نسب وقوم میں طعنہ زنی کرنا) ۳۔ والاستسقاء بالنجوم۔ (اور برج ستاروں سے بارش کی امید رکھنا ۴۔ والنیاحۃ او کما قال علیہ السلام[1]۔ (اور نوحہ گری کرنا۔)

پہلی چیزیں شیطان کو بھی لے ڈوبیں۔ شیطان نے بھی یہی کہا تھا۔ کہ:

خلقتنی من نار وخلقتہٗ من طین۔ الآیۃ

میری سرشت اونچی ہے کہ مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کی سرشت نیچی ہے۔ جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ تو اب آدم علیہ السلام کو کیسے سجدہ کروں۔؟

---

[1] وعن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعٌ من امتی من امر الجاھلیہ (الی ان قال) والنائحۃ اذا لم تتب قبل موتھا تقام یوم القیمۃ وعلیھا سربالٌ من قطران ودرع من جرب۔ صحیح مسلم ۱۲ وقولہٗ الاستسقاء بالنجوم معناہ توقع الامطار من وقوع النجوم فی الانواء وقولہٗ علیہ السلام ودرعٌ من جرب۔ ای یسلط علی اعضائھا الجرب فیطلی مواقعہٗ بالقطران فیکون الدواء اھلک من الداء۔ ۱۲ سمیع الحق غفرلہٗ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یاایھاالناس اناخلقناکم من ذکروانثیٰ وجعلناکم شعوباوقبائل لتعارفوان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر الآیۃ پ۲۶۔

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو۔ تم میں سے زیادہ متقی اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر معزز ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں مقبولیّت کا معیار

حضورؐ کے چچا ابولہب قریشی ہاشمی کتنا اونچا خاندان اور ظاہری حُسن ایسا کہ ابولہب کے نام سے خدا نے بھی اُس کا ذکر کیا بعض روایتوں میں ہے۔ کہ چہرے کی چمک اور روشنی کی وجہ سے اُس کا نام ابولہب پڑ گیا۔ مگر ایک طرف حضرت بلال حبشیؓ قدو قامت چھوٹا۔ رنگ مائل بسیاہی۔ ہونٹ مبارک لمبے اور موٹے اور بقول مولانا روم علیہ الرحمۃ بجائے اشہدُ کے اسھدُ کہتے تھے۔ مگر دینی درجہ اور رتبہ اتنا اونچا ہے۔ کہ حضور نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت بلالؓ جنّت میں آپ سے آگے آگے جا رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ بلال تم کونسا عمل کرتے ہو۔ کہ جنّت میں تمہارے قدموں کی آہٹ آگے آگے سن رہا تھا۔ گو

لہ وفی الصحیحین عن جابر رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنّۃ فاذا انا بالرمیصاء امراۃ ابی طلحۃ وسمعت خشفۃً فقلت من ھذا فقال ھذا بلال (متفق علیہ) اقولُ الرمیصاء ھو من (باقی صفحہ ۱۴پر)

بلال کا آگے جانا ایک مخلص و جان نثار خادم کی طرح تھا۔ کہ خادم خاص و مقرب اپنے مالک سے آگے آگے جاتا ہے۔ مگر حضرت بلالؓ کی کتنی بڑی معنوی فضیلت ثابت ہوئی۔

حضور کا ارشاد گرامی ہے:

ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (الحدیث)[1]

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتے۔ اس کی نظر تمہارے دلوں اور اعمال پر ہے۔ وہاں قبولیت کا معیار خوبصورتی اور دولتمندی نہیں۔

اور ابولہب کے بارہ میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہلاک ہوئے اس کے ہاتھ تبت یدا ابی لہب وتب۔ اور جب خدا کہے تو پھر کون بچا سکتا ہے۔ ادھر نسب اونچا ہے، مگر بلال کے ہاں باطنی فضیلت اور قبولیت کی دولت ہے۔

(صفحہ ۱۹ سے آگے) فی عینیہا وسخ جامد وھو ھھنا اسم ام سلیم ام انسؓ و الخشفۃ الصوت والحرکۃ والمراد منہا خفق نعلیہ عند المشی۔ وفی روایۃ مسلم عن جابرؓ وسمعت خشخشۃً امامی فاذا بلالٌ الخشخشۃ صوت حرکۃ الاشیاء الیابسۃ کالسلاح والنعال۔ وقولہ علیہ السلام امامی المراد منہ تقدم الخادم علی المخدوم ۱۲۔

[1] الحدیث رواہ مسلم عن ابی ہریرۃؓ ای ینظر اللہ الی ما فی قلوبکم من الاخلاص والیقین والصدق والامانۃ والتزکیۃ من الاخلاق الردیۃ وینظر الی اعمالکم صلاحاً وفساداً اخلوصاً وریاءً ۱۲ سمیع الحق۔

تو مذکورہ حدیث میں چوتھی چیز حضورؐ نے جو ارشاد فرمائی وہ نیاحۃ ہے میت کی نوحہ گری کرنا اور رونا پیٹنا۔ ارشاد فرمایا لعن اللّٰہ الحالقۃ۔ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس مرد اور عورت پر جو مصیبت کے وقت اپنے چہرے کو نوچیں، سینہ کوبی کریں۔ گریبان پھاڑیں۔ وہ لوگ خدا کی رحمت سے دور اور ملعون ہیں[1]۔

مصائب پر خود حضورؐ کا صبر اور اسوۂ حسنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی اور جب کہ آپؐ کے عمّ محترم سیدالشہداء حضرت حمزہؓ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ کافروں نے اُن کا مثلہ کیا۔ کان ناک زبان کاٹ ڈالے۔ اعضاء رئیسہ کو کاٹا قلب و جگر کو سینہ سے

---

[1] والحدیث نصّہ عن عبداللّٰہ ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس منّا من ضرب الخدود وشقّ الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ (متفق علیہ) وفی روایۃ اخری عن ابی سعید الخدریؓ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ رواہ ابوداؤد ۱۲ قال الشیخ ملا علی القاریؒ المستمعۃ التّی تقصد السماع ویعجبھا کما ان المستمع والمغتاب شریکان فی الوزر والمستمع والقاری مشترکان فی الاجر (مرقات) اقول وفی ذالک عبرۃً ووعیدٌ لمن لایعتقدون العزاء ولکن لیشہدون حفلاتھم ویتلذذون بمظاھر اتھم فی المسکنات والاسواق وھکذا یکثرون سوادھم ۱۲ سمیع الحق غفرلہ

نکال کر ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے دانتوں سے چبایا۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت حمزہؓ کی ہمشیرہ صفیہ میری پھوپھی کو صدمہ ہوگا۔ اور شکوہ کرے گی۔ کہ میرے بھائی کو دفن نہ کیا۔ ورنہ میرا جی تو چاہتا ہے۔ کہ اپنے شہید چچا کے باقی ٹکڑے بھی اسی میدان میں چھوڑ دوں۔ اور حیوانات، چرند، پرند آکر اسے کھا جائیں تاکہ جب قیامت کے دن اس کا ایک ایک ٹکڑا درندوں، پرندوں کے پیٹ سے اکٹھا کیا جائے تو مجھے خوشی اور فخر ہو کہ محمدؐ کے خاندان نے اسلام کے لئے ایسی قربانیاں دیں حضورؐ نے مصائب کے وقت ہمیں ایسی صبر و عزیمت کا درس دیا۔ اپنے مذہب کیلئے جو قربانی دی جائے حضورؐ نے ہمیں اس پہ خوشی اور فخر کرنے کی تعلیم دی نہ کہ مار پیٹ اور رونے کی۔ دیگر اقوام نے جو قربانیاں ملک و ملت کے لئے دیں۔ کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی یاد میں روتے پیٹتے ہیں۔ یا اس پہ فخر کرتے ہیں۔ اس سے عبرت لیتے ہیں اور فخر سے سر اونچا کرتے ہیں۔

یہاں کے حالات تو مجھے معلوم نہیں مگر میں ہندوستان میں رہا ہوں۔ وہاں میں نے مختلف شہروں میں دیکھا ہے۔ کہ ان دنوں گھوڑوں کو رنگ برنگ کپڑوں سے سجا کر ان کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ علَم اور تعزیے نکلتے ہیں۔ صحابہ کرام پر تبرّا کی جاتی ہے۔

بُغضِ یزید کے نام پر یزید کی پیروی

نام تو بُغضِ یزید کا ہے۔ مگر درحقیقت یہ لوگ نادانستہ یزید کی پیروی کر رہے ہیں۔ حضرت حسینؓ کے ساتھ بہتر آدمی تھے۔ اُن میں سے صرف حضرت حسینؓ کے صاحبزادے امام زین العابدین کو بیماری کی وجہ سے

زندہ چھوڑا۔ اور حضرت حسینؓ کے تین صاحبزادے اور کچھ مستورات بچ گئیں۔ باقی سب میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ بچے کھچے یہی چار پانچ افراد خانوادہ اہل بیت میں سے زندہ رہے۔ پھر حضرت حسینؓ کے سر مبارک کو عبیداللہ بن زیاد یا عمرو بن سعد نے باختلاف روایات کاٹا اور اسے اپنے ساتھ کوفے لے گیا۔ دنیاوی حرص و لالچ بہت بری بلا ہے۔ گورنر ابن زیاد سمجھ رہا تھا کہ گو کوفہ والے بوجہ تنخواہ و لالچ دب گئے ہیں۔ اور مجبوری سے ان کی تلواریں حکومت کے ساتھ ہیں۔ مگر ان کے دل اب بھی حضرت حسینؓ کے ساتھ ہیں۔ دنیاوی مناصب اور لالچ بعض دفعہ بہت بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ اسلام نے ہمیں پہلے سے ایک سبق دیا کہ لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ خدا کی نافرمانی کی صورت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

یہی عمرو بن سعد جو یزیدی فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اس کے والد ماجد سیدنا سعد ابن ابی وقاص ہیں۔ جو ممتاز صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضور اقدسؐ کے رشتہ دار اور ماموں ہیں جنگ احد میں حضرت سعدؓ نے اپنی جان کو حضور کی حفاظت کے لئے پیش کیا۔ آپؐ کی حفاظت و بچاؤ کے لئے تیروں کو چلاتے رہے تین ہزار کافروں کے مقابلے میں حضرت سعدؓ نے اپنا بدن سینے ہاتھوں سے ڈھال بنایا اور جو تیر آتے اپنے بدن کو آگے کرتے۔ اس طرح خلوص و ایثار سے آپؐ کی حفاظت فرما کر جنت کمائی حضورؐ خوش ہو کر فرماتے۔ ارم فداک ابی و امی[۱] (الحدیث) شاباش تیر پھینکتے جاؤ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں

---

[۱] عن علی ما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع ابویہ لاحد الا سعد بن مالک

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

جاہ و منصب کا لالچ

استنے جلیل القدر صحابی کے لڑکے ہیں عمرو بن سعد۔ یہ خدا کی شان ہے۔ تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی (الآیۃ) مردوں سے زندوں اور زندوں سے مردوں کو پیدا کرتے ہیں۔ عمرو بن سعد دنیا کے لالچ میں آیا۔ گو اس کے دل میں حضرت حسینؓ کے ساتھ ذاتی بغض نہیں تھا۔ اور دل نہیں چاہتا تھا کہ میرے ہاتھ سے حضرت حسینؓ کو تکلیف پہنچے مگر ابن زیاد گورنر کوفہ نے عمرو بن سعد کو لالچ دیا اور کہا کہ رَیّ کا نائب الحکومت (ڈپٹی کمشنر) بنا دوں گا۔ اگر تم نے حسینؓ سے مقابلہ کیا اور اس مہم کو سر کر کے اُسے شکست دی۔ والد نے جنگِ اُحد میں جان قربانی کے لئے پیش کیا۔ مگر بیٹے نے دل برداشتہ حکومت و منصب کے لالچ کی وجہ سے حضرت حسینؓ کا مقابلہ کیا تو عمرو بن سعد نے ابن زیاد سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ مشورہ کرنے کی اجازت مانگی۔ جا کر اُن سے مشورہ لیا کہ کیا کروں۔ لوگوں نے ڈرایا دھمکایا کہ تجھے ہلاکت و تباہی ہو۔ اس مہم میں مت جاؤ اور توبہ کرو کیا اہل بیت کے ساتھ لڑائی کرو گے۔ اب یہ بڑی کشمکش میں مبتلا ہوا۔ ایک طرف عہدہ و حکومت، دوسری طرف اہلِ بیت کی دشمنی، تمام رات اسی

(صفحہ ۲۰ سے آگے) (وھو سعد بنؓ ابی وقاص) فانی سمعتہٗ یقول یوم احد یا سعد ارم فدٰک ابی و امی۔ بخاری و مسلم۔ و زاد الترمذی ارم ایھا الغلام الحزوّر و قریب من ذٰلک ما روی عن سعد بن ابی وقاص فی شرح السنۃ مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶۔ و الترمذی من دعواتہ علیہ السلام لہٗ ۱۲ س م۔

پریشانی میں گنگناتا رہا اور کچھ اشعار پڑھتا رہا۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ ایک طرف رَے شہر کی حکومت ہاتھ میں آنے والی ہے۔ عہدہ و منصب ہے جس کا میں مشتاق و متمنّی ہوں۔ اور دوسری طرف حسینؓ کے خون سے ہاتھ رنگنے ہیں۔ دو چیزوں میں پھنسا ہوں۔ صبح اُٹھا تو بالآخر فیصلہ کیا کہ دنیا لینی چاہیئے۔ لہٰذا عہدہ کو ترجیح دی۔ تو اتنے بڑے درجات والے صحابی کے بیٹے نے دنیا کے لالچ میں آکر رَے کی معمولی تحصیلداری کے لئے اہل بیت کو شہید کرایا۔ اسی دولت و ملازمت کے لالچ میں انگریزوں نے مسلمانوں سے بغداد پہ حملہ کرایا۔ مکہ معظمہ پہ گولہ باری کی۔ کیا آج اس کے نمونے موجود نہیں ہیں۔؟

قاتلین حسینؓ کی تقلید

تو حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر کے ابن زیاد کی فوج نے شہداء اور حضرت حسینؓ کے سروں کو نیزوں سے اٹھایا۔ اور حضرت حسینؓ کا سر مبارک اور گھوڑا نیز حضرت حسینؓ کے خون آلود کپڑے کوفہ کی گلی کوچوں میں پھرائے گئے۔ ابن زیاد سمجھ رہا تھا۔ کہ فی الحال کوفے والے اگرچہ دب گئے ہیں۔ مگر چھپی ہوئی چنگاریاں دلوں میں موجود ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت یہ چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور لوگ پھر بغاوت کر بیٹھیں تو اس طریقے سے جلوس نکال کر لوگوں کے دلوں میں رعب بٹھایا اور دھوم دھام سے خالی گھوڑے کو گھمایا کہ دبدبہ بیٹھ جائے۔ پس یہ واضح ہوا کہ اولین جلوس نکالنے والے یزیدی فوج تھی۔ اور رعب جمانے کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا۔ اور پھر انہی قاتلین فوجیوں اور کوفیوں نے حضرت حسینؓ کے لٹے ہوئے قافلے پہ نالہ و شیون اور سینہ کوبی بھی کی۔[1] اب آپ لوگ خود سوچیں

[1] حاشیہ صفحہ ۲۳ پر

کہ اس انداز میں اولین ماتم کا اظہار اور پہلے جلوس کا مظاہرہ کس نے کیا اور کن مقاصد کے لئے ان رسومات کی بنیاد رکھی گئی۔ تو کل کے دن جو لوگ اس جلوس میں شریک ہوں گے وہ کیا یزیدی فوج کی نقل نہیں اتاریں گے۔ حضرت حسین رضؓ کے ساتھی سب کے سب کربلا میں شہید ہوئے تو پھر گھوڑا کس نے گھمایا۔ اگر اہل کوفہ نے محبت اور عقیدت و ماتم کی وجہ سے کیا تو پھر حضرت حسین رضؓ کو قتل کیوں کرایا؟ اگر تمہارے دلوں میں اہل بیت کی محبت ہے۔ تو کیا یہ جذبۂ محبت ہمیں ایسے امور کے ارتکاب کی اجازت دے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو بہر حال حسب ارشاد نبویؐ میت پر رونے پیٹنے والوں سینہ کوبی کرنے والوں اور کپڑے چیرنے پھاڑنے والوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ بہت سے لوگ

(حاشیہ صفحہ ۲۲) لہ اقول وھو اوّل رسم عزاء و نیاحۃ علی الحسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وقعت فی الکوفۃ سنۃ ۶۰ھ من اہل الکوفۃ صرّح المورّخ الکبیر الامام الطبری مما ملخصہ ان من بقی من اسرۃ حسین رضؓ کالامام زین العابدین ومن معہ کانوا فی طریقھم حین رجعوا من الکوفۃ الی دمشق فوجدوا قوماً من اہل الکوفۃ یشقون الجیوب ویضربون الخدود و ینوحون فسئل الامام زین العابدین من ذالک نقیل لہ انھم ینوحون بحسین رضؓ ویعدّون علیہ فقال الامام مجیبا لھم

لم یبکون علینا وھم قتلونا ثم قال یا ایھا الناس انشدکم باللّٰہ تعالیٰ الا تعلمون انکم دعوتم والدی الحسین رضؓ ثم خدعتموہ وبایعتموہ ثم نکثتم الایمان وقتلتموہ فتبا لکم ودویلا لکم فبئس ما تزودتم للآخرۃ ولنعم ما قیل سہ کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

گو خود جلوس کو غلط سمجھتے ہیں۔ اسے اپنے اعتقاد میں برا سمجھتے ہیں۔ مگر تماشائی کی طرح شریک ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ بھی اس لعنت اور وعید کے مستحق ہیں۔ تاریخ نے یہ بھی صاف لکھا ہے۔ کہ جب آلِ حسینؓ کا قافلہ کوفہ سے

یزیدیوں کی موافقت

دمشق پہنچ کر یزید کے سامنے لایا گیا۔ اور حضرت حسینؓ کا سر مبارک اُس کے سامنے پیش ہوا تو اس نے بڑی ندامت کا اظہار کیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے اس کا تو باپ بھی معلوم نہیں۔ حسینؓ کے ساتھ اس کا خون کا رشتہ تو نہ تھا۔ پھر جب یزید کے گھر میں اس کی اطلاع ہوئی تو عورتیں رونے پیٹنے لگیں۔ یہاں تک کہ یزید کی بیوی بے نقاب ہو کر دربار میں چلی آئی اور خوب چیخ و پکار شروع ہوئی [1]

---

[1] ومن العجب ان صرح بجميع ذالك من هو ثقةٌ فی روایاته وفنٌ فی عبقریته عند الشیعة اعنی ملا باقر المجلسی وقال لما دخلوا اهل بیت حسین بامر یزید فی بیته در آهم نساء بیت یزید طرحن الاساور والحلی ولبسن الثیاب السود لشدة الحزن وصاحت کلهن بالنیاحة والبکاء علی حال اهل البیت ۔ وقال الراوی استمرت رسوم النیاحة والحداد والبکاء فی بیت یزید ثلثة ایام (ملخصاً بلسانی مما نص علیه ملا باقر المجلسی) فی حیات القلوب وغیر ذلک من کتبهم ثم روجت تلک المرسومات والعقائد المحفلات ومظاهرة العرس والاعلام بمساعی الکذاب وخدعة زمانه مختار بن عبید الثقفی رائد حرکة ابن سبا وزعیمها فصنع تابوتاً باسم کرسی علیؓ والقی علیه الثیاب والغلاف وعظمه وعبده ولیقدمه فی الحروب ویقول انه لکم مثل

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

تو جلوس کا طریقہ یزیدیوں کا اور رونے پیٹنے کا طریقہ بھی ان کی عورتوں کا ہے۔ ہمیں یزید سے نفرت ہے تو اس کے طور طریقوں سے بھی نفرت ہونی چاہیئے۔ کل کا دن دینداری اور عبادت کا دن ہے۔ تلاوت قرآن کرو۔ نمازوں میں شرکت کرو۔ غریبوں سے ہمدردی کرو، ننگوں کو کپڑے پہنادو، بھوکوں پیاسوں کو کھلادو۔ روزہ رکھو۔ خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاکر توبہ واستغفار کرو۔ اور کم ازکم برائیوں سے تو بچو۔ اور پھر برائی بھی دشمن کے طور طریقوں کی۔ خصوصاً ایسی مجالس میں قطعاً شرکت نہ کرو جہاں پر حضرت سیدنا ابوبکرؓ سیدنا حضرت عمرؓ سیدنا حضرت عثمانؓ اور دیگر ہزاروں لاکھوں صحابہ کرام پر تبرّا بازی کی جاتی ہے۔ کیا ایسی مجالس میں ایک مسلمان کیلئے شرکت کرنا جائز ہو سکتا ہے؟ اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا۔ الحدیث۔

سیدنا حضرت صدیقؓ کا مقام وفضیلت ۔ سیدنا حضرت ابوبکرؓ

(حاشیہ صفحہ ۲۴ سے آگے) تابوت بنی اسرائیل فیہ سکینۃ لکم و فتح" (علامہ عبدالکریم شہرستانیؒ صاحب الملل والنحل ص۲۷) وکان مجتھداً فی ترویج تلک الرسومات الجاھلیۃ الی ان شاعت فی المسلمین وکسر بیضۃ الاسلام و نجع ھوفی عزائمہ الخبیثۃ وکان کل ذالک منۃ لافتراق المسلمین وانشعابھم وتحزبھم وکان ذالک فی سنۃ ۳۶ھ ومقامہ عندنا کمقام السامری فی بنی اسرائیل ومقام ابن سبا کمقام "سینٹ پال" فی المسیحین وکلھم من الیھود وقد انکشف الشیخ العلامۃ عبد العزیز الدھلوی عن مراداتھم وعن حرکۃ ابن سبا فی کتابہ تحفۂ اثنا عشریۃ والحق انہ اجاد و افاد وللّٰہ درہٗ ۱۲ سمیع الحق غفرلہٗ۔

وہ اولوالعزم صحابی ہیں۔ کہ جب سرورِ کائنات علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات، دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے۔ تو فرمایا مروا ابا بکر فلیصلّ بالناس (بخاری) ابوبکر کو حکم دو۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

حضور نے ازواج مطہرات کو حکم دیا۔ کہ میرے مصلے پر وہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائیں اور مرضِ وصال میں خود حضورؐ نے اپنے مصلّے پر انہیں کھڑا کیا۔[1] اور جس وقت وصال ہوا تو خلافت کا مسئلہ سامنے آیا تو عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ مسلمانو! ہمارے لئے دو ہی کام ہیں۔ دین اور دنیا۔ اور ان دونوں میں دین اہم ہے بہ نسبت دنیا۔ اب جب حضور نے مرضِ وصال میں دینی امامت، حضرت ابوبکرؓ کو دی تو خلافتِ عظمیٰ دنیا کی امامت و خلافت بھی آپ ہی کا حق ہے۔[2]

حضورؐ مرضِ وصال میں ایک دفعہ مسجد میں تشریف لائے اور ایک بلیغ و فصیح خطبہ ارشاد فرمایا اور خطبہ کے دوران فرمایا۔ کہ خدا نے ایک بندے کو اختیار دیا

---

[1] وقد ثبت امر النبی علیہ السلام بامامۃ ابی بکرؓ من طرقٍ متعددۃ ففی حدیث سہل بن سعدؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر ان اقیمت الصلوٰۃ فتقدم فصلّ بالناس اخرجہ الحاکم والشیخان بطرقٍ عدیدۃ وکذالک عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہٗ اخرجہ الترمذی ولہٗ شواھد کثیرۃ عند الشیخین ح۔

[2] وکان امامۃ الصلوٰۃ من اھم المناصب کذالک امارۃ النبی فی حیاتہ ابابکر للحج من اعظم المناصب الدینیۃ فقد امرہٗ نائباً عن نفسہ للحج ۱۲ س م

کہ قیامت تک اس کی بادشاہی اور زندگی رہے اور اگر چاہے تو میرے دربار میں آئے۔ حضورؐ نے کسی کا نام نہ لیا مگر فرمایا کہ اس بندے نے آخرت کو ترجیح دی حضرت ابوبکرؓ سن کر رونے لگے۔ ہچکیاں شروع ہوئیں۔ صحابہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں تعجب ہوا کہ یہ بوڑھا (شیخ) کیوں رو رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا علی رسلك یا ابابکر۔ ابوبکر سنبھل جاؤ رؤو مت۔[۱]

پھر فرمایا کہ تم سب نے میری خدمت کی ہے۔ اور دین کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ مگر اُس کے بدلے میں نے دنیا میں دئے ہیں۔ مگر ابوبکرؓ کے میرے اوپر اتنے احسانات ہیں۔ کہ جس کا بدلہ قیامت کے دن خداوند کریم عطا فرما دیں گے۔ اور میرے اوپر کسی کے اتنے احسانات نہیں جتنے ابوبکرؓ کے ہیں۔[۲]

---

[۱] الحدیث اخرجہ الشیخان عن ابی سعید الخدری ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جلس علی المنبر فقال انّ عبدًا خیّرہٗ اللّٰہ بین ان یوتیہ من زھرۃ الدنیا ماشاء وبین ما عندہٗ فاختار ما عندہٗ فبکٰی ابوبکر قال فدیناك بآبائنا وامھاتنا فعجبنا لہٗ فقال الناس انظروا الی ھذا الشیخ یخبر رسول اللّٰہؐ عن عبد خیرہ اللہ الحدیث الی آخرہٖ (مسلم بخاری)

[۲] الحدیث عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مالاحدٍ عندنا یدٌ الا وقد کافیناہ ما خلا ابابکرؓ فان لہٗ عندنا یدًا یکافئہ اللّٰہ بھا یوم القیمۃ وما نفعنی مال احدٍ قط ما نفعنی مال ابی بکرٍ ولو کنت متخذا خلیلًا لاتخذت ابابکر خلیلًا الا وان صاحبکم خلیل اللّٰہ (رواہ الترمذی) وفی روایۃ ابی سعید الخدریؓ

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

حضورؐ بعد از خدا سب سے بڑے محسن ہیں

اور یہ جو فرمایا کہ میں نے سب کا بدلہ پورا کر دیا ہے۔ اس میں کیا شبہ ہو سکتا ہے حضورؐ نے نہ صرف صحابہ کرام کو اپنے احسانات و انعامات سے زیر بار فرمایا بلکہ آپؐ تو رحمۃ للعالمین ہیں۔ آنے والی تمام نسلیں اور بنی نوع انسان آپ کی شانِ رحمت سے مالا مال ہو رہی ہے خصوصاً مسلمان ان کے لئے تو بعد از خدا سب سے

(حاشیہ صفحہ ۲۷ سے آگے) قالؐ ان من أمنّ الناس عليّ في صحبته وماله ابوبکرؓ (متفق علیہ)

وما اصدق قول شاعر النبیّ المؤيّد بروح القدس حسان بن ثابت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فی شانہ ؎

خير البريّة اتقاها واعدلها | بعد النبي واوفاها بما حملا

وثاني اثنين في الغار المنيف وقد | طاف العدوّ به اذ صعد الجبلا

وكان حِبّ رسول اللّٰه قد علموا | من البريّة لم يعدل به رجلا

ولما سمع النبي عليه السلام مدح حسانؓ فتبسّم وقال صدقت. نعم ابوبکر كذالك. (ابن سعد تذکرۂ ابی بکرؓ)

وفي حديث علي المرتضیؓ قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم رحم اللّٰه ابابکر زوجني ابنته، وحملني الی دار الهجرة (اخرجه الحاکم)

وللّٰهِ درّ الشاعر "اقبالؒ" لا فضّ فوه حیث یمدحہٗ ؎

آں امنّ الناس بر مولائے ما

آں کلیم اوّل سینائے ما

۱۲ س م

بڑے محسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے۔ کہ ہم سب اس پاکیزہ عبادت خانہ مسجد میں بیٹھ کر اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔ یہاں نہ تصویریں ہیں نہ عورتیں اور نہ کسی قسم کی بے حیائی خالص اور صاف توحید ہے۔ پاکیزگی ہے۔ خدا کے سوا آج ہمارا سر کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔ دوسرے عبادت خانوں میں جائیے عورتیں، بُت اور تصویریں اور ہر طرح کی فحاشیاں وہاں موجود ہیں، کیا گیا ہے جو وہاں موجود نہیں۔ تو یہ سب کچھ برکت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا الآیۃ۔	اور تم سب جہنم کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ پس خداوند تعالےٰ نے

تمہیں حضورؐ کے ذریعہ اس سے نجات دی۔ حضورؐ نے کھینچ کھینچ کر بچایا اور جنت میں لا کے جنت کا راستہ دکھلایا۔ پتھروں، مجسموں اور یہاں تک کہ گوبر، بول و براز کی عبادتوں سے ہمیں نکالا۔

کتنا بڑا احسان ہے۔ جو حضورؐ کی وساطت سے مسلمانوں پر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذکروا اذ انتم قلیلٌ مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآوٰکم وایدکم بنصرہٖ ورزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون (پ ۹ ع ۱۷)	اور یاد کرو جس وقت تم بہت تھوڑے تھے مغلوب اور ضعیف پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں، پھر اس نے تم کو ٹھکانا

دیا اور اپنی مدد سے تم کو قوت دی اور روزی دی تم کو ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو۔

یاد کرو جب تم ذلیل و عاجز تھے اور تمہیں ڈر تھا۔ کہ دنیا کے دشمن تمہیں اُچک نہ لے جائیں اور میں نے اپنی امداد شاملِ حال کی تمہیں فتح دی۔ ملک و سلطنت دیا آزادی دی اور اپنی برکتوں کے خزانے تمہارے اوپر کھولے۔

یہ سب کچھ رسول اللہؐ کی تعلیمات اور اسلام کی برکت سے ہوا جس طرح کہ پاکستان جیسا ملک ہم نے اسلام کے نام پہ حاصل کیا۔ یہ آیت گویا اب بھی ہمارے حال پہ منطبق ہے۔ قرآنِ کریم تو ناطق کلام ہے۔ یہی اس کا اعجاز ہے۔ ہم ہندو اور انگریز کے تلے دبے ہوئے تھے۔ خدا نے وطن اور ملک دیا مگر اُس خدا کے احکام اور اس کی کتاب کی اب کیا قدر ہو رہی ہے۔ ہماری اکثریت اسلامی اخلاق سے عاری ہے۔ جب مسلمانوں نے قرآن پر عمل کیا خدا کی غیبی طاقت امداد کر رہی تھی۔ فتوحات ہمارے قدم چومتی تھیں۔ اور حضورؐ کے صدقے سے دنیا میں

اپنے محسن کی ناشکری

ترقی کی مگر آج ہم قرآن اور حضورؐ کی سنت سے قطعی بے خبر ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً و یضع بہٖ آخرین۔ الحدیث[۱]۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت بہتوں کو عزت دیتا ہے۔ اور اس کو نہ ماننے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے خدا بہت سی قوموں کو ذلیل کر دے گا۔ آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے۔ کہ نہ مرد اسلامی تعلیمات سے باخبر ہیں۔ نہ عورتیں۔ بلکہ قرآن کو مذاق بنایا جا رہا ہے۔ نکاح۔ طلاق عدۃ کے بارے میں جو صاف احکام تھے۔ اُس سے انکار کیا جا رہا ہے مثلاً قرآن میں

---

[۱] رواہ مسلم عن نافع عن ابن عمرؓ ۱۲ س م

ہے۔ کہ مطلقہ کی عدّت تین حیض ہے۔ اور جب بھی پورے ہوجائیں تو عورت عدّت سے فارغ ہوگئی۔ مگر ان لوگوں نے قانون بنایا۔ کہ نوّے دن عدّت کے پورے کرنے پڑیں گے۔ گویا عورت کب کی عدّت سے شرعاً فارغ ہوجائے۔ مگر یہ لوگ انہیں عدّت میں پڑی رکھیں گے۔ گویا رنجیت سنگھ کی اندھیر نگری ہے۔ کہ کسی نے اطلاع دی کہ فلاں مکان کو آگ لگ گئی ہے۔ آدمی بھیجے۔ عرصہ بعد اُس نے درخواست پر غور کیا اور چھ مہینے بعد آدمی آئے۔ وہاں مکان جل کر راکھ ہوگیا تھا۔ لوگوں نے دوبارہ نیا مکان بنوایا تھا۔ اب جب یہ لوگ آئے تو اسی مکان کو نکلے اور فوائیے سامنے گئے اور اس پر پانی پھینکنے لگے۔ کہ رنجیت سنگھ کا حکم ہے۔ اور ہمیں اُس کی تعمیل کرنی ہے۔ اسی طرح عائلی قوانین کی دوسری دفعات ہیں۔ اسلامی تعلیمات

نماز کی اہمیت

کا اہم ترین رکن نماز ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ سو میں چند مرد یا چند عورتیں نماز پڑھتی ہیں حضورؐ نے مرضِ وفات میں آخری وصیت جس چیز کی فرمائی وہ یہی تھی کہ۔ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ حضورؐ کے ہونٹ مبارک ہل رہے تھے۔ ضعف کی وجہ سے آواز سننے میں نہیں آرہی تھی۔ حضرت عائشہ نے کان نزدیک کئے تو سنا کہ حضورؐ یہی جملے ارشاد فرما رہے تھے۔ تو نماز خدا کی تعظیم کی صورت اور اُس کو سلامی ہے۔ اور مسلمان اس سے بالکل غافل ہیں۔ تو وہ محسن جو ماں باپ سے زیادہ محسن اور محبوب ہیں۔ النبیّ اولی بالمومنین من انفسھم الآیۃ۔ نبیؐ مسلمانوں کے لئے جان سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں۔ تو ہم نے اس کی آخری وصیت کو بھی فراموش کر دیا ہے۔ عورتوں کو گھر کے کام کاج سے فرصت نہیں ملتی۔ نوجوان کہتے ہیں۔ کہ ابھی ہم جوان ہیں۔ بوڑھے ہو کر نمازیں

پڑھیں گے ۔ یہ حالت ہو گئی ہے۔ ہم عورتوں کو گھر کے کام کاج میں کوتاہی کرنے پر مارتے ہیں۔ ناراض ہوتے ہیں۔ اگرچہ اُن سے خدمت لینا شرعاً ہمارا حق نہیں۔ مگر جب سالن میں معمولی نمک زیادہ ہو جائے تو ہم بیوی سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ کیا نماز نہ پڑھنے پر ہم کبھی بیوی سے ناراض ہوئے۔ کبھی ہم نے نماز کی اتنی تاکید کی حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ تھے۔ اپنے ایک لڑکے کو ایک مدرسہ میں ایک استاد کے سپرد کیا اور اُس کی نگرانی کے لئے ایک خفیہ آدمی بھی مقرر کیا۔ ایک دفعہ اس آدمی نے خلیفہ کو اطلاع دی۔ کہ عصر کی جماعت کے وقت تمہارا لڑکا حجامت بنوا رہا تھا۔ خلیفہ کو علم ہُوا تو وہاں سے دو بید بھیجے اور لڑکے کے استاد کو لکھا کہ مجھے خود حاضر ہونا تھا۔ مگر مجھے امورِ خلافت سے فرصت نہیں جس وقت میرا پیغام تجھے پہنچے تو میرے لڑکے کو بلا کر ان دونوں بیدوں سے اتنا مارو کہ یہ ٹوٹ جائیں اور پھر میرا یہ خط اُسے دے دو۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ اے بیٹے کیا حجامت بنوانے اور سر منڈانے کے لئے صرف جماعت کا وقت رکھا ہے۔ اور کوئی وقت نہیں ملا۔ گویا اتنا اہتمام تھا نماز کا۔

حضرت عمرؓ جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو سب سے پہلا فرمان یہ جاری کیا۔ کہ :

ان اھمّ امورکم عندی الصلوۃ فمن اقامھا فقد اقام الدین ومن ضیّعھا فھولما سواھا اضیع (موطا مالک)	میرے نزدیک تمہارے معاملات میں اہم ترین چیز نماز ہے جس نے نماز کو قائم رکھا۔ تو اس نے دین کو بھی قائم رکھا۔ اور جس نے نماز ضائع کی یعنی اس سے غفلت

برتی تو وہ دوسری عبادت کے لئے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔

حضورؐ نے فرمایا۔ الصلوۃ عماد الدین۔ نماز دین کا ستون ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ الصلوۃ برھان۔ نماز دلیل ہے قیامت کے دن شفاعت کے لئے جب مسلمانوں کا انتخاب ہوگا۔ تو نمازیوں کے چہروں سے ایک خاص نور اور چمک نکلے گی جس سے حضورؐ اُن کی شناخت کریں گے۔ تو عبدیت کا پہلا تقاضا اور پہلا مظاہرہ نماز ہے۔ قدرت نے نماز کے ذریعہ ہمیں پیغام حق پہنچانے کا انتظام کیا۔ جب ہم نماز کے ذریعہ صرف الفاظ بھی سنیں گے تو قرآن کے الفاظ بھی بہت بڑی چیز ہے۔

راجہ داہر کے ساتھ محمدؒ بن قاسم کی سرکردگی میں مسلمان فوج لڑ رہی تھی۔ حجاج بن یوسف نے محمدؒ بن قاسم کو جو وصیّت کی اس میں کہا کہ "فوج کو پنجوقتہ نماز باجماعت کی پابندی کرایا کرو۔ اور خدا کی یاد سے کسی لمحہ غافل نہ ہُوا کرو۔ اس کی تابعداری میں نجات اور کامیابی ہے۔ اور نماز میں سجدہ کرتے تکبیر کرتے رکوع کرتے وقت خدا کے سامنے رویا کرو اور پوری خشوع و خضوع سے نماز پڑھا کرو۔" فوج نے جب اس وصیّت پر عمل شروع کیا تو بہت جلد کامیاب ہو گئے۔ حجاج ظالم تھا مگر بے دین نہیں تھا۔ اب اگر امراء ظلم میں ان سے کم ہوتے ہیں۔ مگر بے دین اور بے اعتقاد ہوتے ہیں۔ اور بداعتقاد حاکم فتح نہیں کر سکتے۔

رسولؐ اللہ کی ایک سنت میں سستی اور کاہلی سے قوموں کی قومیں تباہ ہوئیں اور نقصان پہنچا۔ اور برکات خداوندی سے محروم ہوئیں۔

نئی پود کو دینی تعلیم نہیں دی جاتی۔ نماز کا تو قطعاً اہتمام نہیں کرایا جاتا۔ اس کا وبال والدین کے سر پر ہوگا۔ جیسا کہ مجھے ایک صاحب نے بڑے درد سے

کہا جو جرمنی سے ڈاکٹری پاس کر کے آئے تھے۔ کہ جب قبر سے اُٹھ کر میری باز پرس ہو گی تو میں اپنے والد کو گریبان سے پکڑ کر خدا کے حضور پیش کروں گا کہ اس نے میرے پیدا ہوتے ہی مجھے دنیاوی تعلیم کے پیچھے لگایا۔ اور اس کی تکمیل کے لئے جرمنی تک بھیج دیا۔ مگر دین سے مجھے اس نے کورا رکھا نہ نماز کی طرف توجہ دی نہ دین کی طرف۔ اس نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ میں اب اپنے دونوں بچّوں کو دینی تعلیم دلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ قیامت کے دن یہ بھی میرے لئے وبال بنیں گے۔ حدیث میں ہے۔ کہ بچّوں کے قرآن پڑھنے، تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے سے خدا تعالیٰ اس تعلیم و تلاوت کی برکت سے قیامت کے دن ان کے والدین کے سروں پر چمکتے ہوئے تاج رکھے گا۔ اور جنت کا بیش قیمت حلّہ (جوڑا) انہیں پہنایا جائے گا۔ تو بہر تقدیر اسلام کی یہ عظیم اور دنیوی و اخروی کامرانیوں کی یہ دولت ہمیں حضورؐ کے ذریعہ ملی۔ بلا شبہ بعد از خدا وہ سب سے بڑے محسن ہیں۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو قربانیاں دیں اس کا بدلہ خداوند تعالےٰ قیامت کے دن عطا فرماوے گا۔ اس نے گھر بار مال و دولت عزّت و آبرو حضورؐ کی راہ میں لٹا دی۔ اپنی جگر گوشہ حضرت عائشہ کی شادی بھی آپ سے کرا دی۔

حضرت صدیقؓ کی صحابیت کا قرآن میں منصوص ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الّا تنصروہ فقد نصرہ اللہ۔ اگر تم مسلمان رسولِ کریم کی امداد کے لئے کھڑے نہیں ہوتے

اور رسولؐ کی دین کی خدمت نہ کریں تو کوئی بات نہیں۔ خدا تمہارے مدد کرنے کا محتاج نہیں۔ کہ اگر کرو تو دین پھیلے گا۔ ورنہ نہیں۔ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا۔ جب کافروں نے مکّہ سے حضورؐ کو نکال دیا۔ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار دو میں سے ایک۔ ایک ابوبکرؓ اور ایک حضور اقدسؐ جب کہ دونوں غار ثور میں تھے۔ اذ یقول لصاحبہ جب کہ رسولؐ اپنے ساتھی (صاحب) کو کہہ رہے تھے۔ لاتحزن ان اللہ معنا پریشان نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

یہاں خداوند قدوس نے حضرت صدیق کو صاحب کہا جس سے ابوبکرؓ کی صحابیت ثابت ہو گئی۔ اس بنار پر ابوبکر کی صحابیت منصوص اور قطعی ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔ ایسے جان نثار عاشق اور مخلص صحابی کہ ایسے خطرناک وقت میں بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت سیدنا علیؓ کی بھی بہت بڑی منقبت ہے[1]۔ کہ حضورؐ نے انہیں گھر میں اپنی چارپائی پر چھوڑا۔ عربوں میں جو کچھ بھی تھا مگر غیرت زیادہ تھی۔ اور اگر کسی کو قتل کرتے تو بے غیرتی اور بزدلی سے سونے کی حالت میں نہیں۔ یہ انہیں بے غیرتی معلوم ہوتی تھی۔ جب کہ گھروں کے اندر عموماً عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ تو عربوں کو دیوار پھاندکر اندر داخل ہونے میں عار محسوس ہوتا تھا۔ اس لئے تو اسکیم کئے باوجود اندر داخل نہ ہوئے اور دیواریں نہ پھاندیں اور تلوار و نیزے ہاتھ میں لئے دروازہ میں کھڑے رہے اور نکلنے کا انتظار کرتے رہے۔ کفار نے اس سے قبل جمع ہو کر دار الندوہ

کفار کا دار الندوہ میں مشورہ

میں مشورہ کیا۔ ابلیس بھی ایک نجدی شیخ کی شکل وصورت میں اس میں شریک ہوا

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

کسی نے ایک مشورہ پیش کیا کسی نے دوسرا۔ ابلیس نے ہر شق پر اعتراض کیا کہ اگر حضور کو گرفتار کرا دو تو ان کے جاں نثار انہیں چھڑا دیں گے۔ کسی نے اخراج اور جلاوطنی کا مشورہ پیش کیا۔ ابلیس نے اس کی بھی تردید کی کہ باہر جا کر اس کے اعجاز نطق و بلاغت و فصاحت سے باہر کے لوگ اس کے دام میں آجائیں گے اور طاقت جمع ہو کر تمہارے اوپر حملہ کرے گا۔ پھر کسی نے آخر میں آپ کو قتل کرنے

۱؎ ماثر علیؓ : ومن ماثر علیؓ بانہ تربی فی حجرہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وتولدہ فی بیت اللّٰہ الحرام وذلک فضل لم یسبقہ بہ احد (مستدرک) وصہر النبی علیہ السلام وقد جری نسلہ علیہ السلام من صلبہ وتشرف بمواخاۃ النبی علیہ السلام و فتح بیدہ خیبر ومن فضیلتہ التامۃ قولہ علیہ السلام سابعث غداً رجلاً یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ وقولہ علیہ السلام لا یحب علی منافق ولا یبغضہ مومن وقولہ علیہ السلام من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

(الحدیث) وھو حامل لواء النبی علیہ السلام فی مواطن کثیرۃ وباب العلم کما قال علیہ السلام انا مدینۃ العلم وعلی بابھا (الحدیث) ومن مکثری الحادیث وینتھی الیہ سلاسل التصوف وطرق الھدایۃ کما خطب سیدنا الفاروق عمر یوماً فقال ایھا الناس اعلموا انہ لا نتم شرف الا بولایۃ علیؓ بن ابی طالب (اخرجہ الدارقطنی) وقال علیؓ دعانی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال یا علی ان فیک من عیسیٰ مثلاً ابغضتہ الیھود حتی بھتوا امہ واحبہ النصاریٰ

(باقی صفحہ ۳۷ پر)

کا مشورہ دیا تو شیطان نے اس کی تصویب و تائید کی - اب بعض نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ بنو ہاشم کی رشتہ داری ہے۔ اور رشتہ داری کی وجہ سے حضورؐ کے قتل کا قصاص لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے - اس کا حل شیطان نے یہ بتلایا کہ تمام قبائل میں سے دو دو افراد کو منتخب کر دو اور وہ سب یکبار حضورؐ پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ اس صورت میں بنو ہاشم تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ سب نے اس تجویز پر شاباش و آفرین کہا - ادھر اللہ تعالیٰ نے

(حاشیہ صفحہ ۳۶ سے آگے) حتی انزلوہ بالمنزلۃ اللتی لیست لھا وقال علیؓ وانہ یھلک فی محب مطری بما لیس فی ومبغض مفتری (الی قولہ) الا وانی لست بنبی ولا یوحی الیّ ولکنی اعمل بکتاب اللہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی آخرہ (رواہ احمد) فجزی اللہ جماعۃ اہل السنۃ بان یحبونہ مع سائر الصحابہ ولا یطرونہ فی المدیح ولا یغوطون وتلک الطریقۃ السمحۃ البیضاء لیلھا کنھارھا۔ ۱۲

ع۲ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت علی۔ و واقعۃ الھجرۃ اخرجہ البخاری عن عائشۃ فی باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی مدینۃ وعن ابی بکرؓ فی مناقب المھاجرینؓ۔ وکید الکفار فی دار الندوۃ ونجواھم ھو المشار بقولہ تعالیٰ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الآیۃ۔ ۱۲ سمیع الحق خادم العلم بدار العلوم الحقانیہ حفظہا اللہ الی یوم القیامۃ۔

٭

حضورؐ کو اطلاع دی کہ آج رات تجھے شہید کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دی گئی۔ حضورؐ نے راتوں رات حضرت صدیقؓ کو اطلاع دی اور مکان سے نکل گئے اور حضرت علیؓ کو فرمایا۔ کہ میری چارپائی پر میری چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔ کفار کو جب معلوم ہوتا۔۔ کہ آپ آرام فرما ہیں۔ تو مطمئن ہوتے کہ ابھی گھر میں موجود ہیں حضورؐ کا مکان چھوٹا تھا۔ دیواریں چھوٹی چھوٹی تھیں، پھاندنا مشکل نہ تھا۔ یہ تو مکی زندگی کی حالت تھی۔ مدینہ میں جب کہ اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ فتوحات شروع ہوئیں تو مکان کی حالت کیا تھی اس مکان کے بارے میں جہاں آپ آج آرام فرما ہیں، گنبد حضرا ہیں وہ زمین مبارک معنوی درجات کے لحاظ سے بقول حضرت امام شعرانیؒ عرش کرسی اور بیت اللہ سے افضل ہے۔ گویا وہ مقدس مقام عرش کے لئے باعث رشک وغبطہ ہے۔ مگر ظاہری لحاظ سے مکان کی خستہ حالی ایسی تھی۔ کہ حضرت حسن بصریؒ۔ نابالغی کی حالت میں حجرہ مبارک میں داخل ہوتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں۔ کہ چھت کے نیچے ہونے کی یہ حالت تھی۔ کہ مجھے جھکنا پڑا۔ گویا حجرہ مبارک کے چھت کی اونچائی قد آدم کے برابر بھی نہیں تھی۔ اب شیعہ حضرات کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو ہجرت کے وقت اپنی جگہ پہ چھوڑ کر سب کچھ انہیں دے دیا۔ خلافت بھی دے دی اور معاذ اللہ نبوت بھی دے دی۔ مگر یہ ان کی غلط فکری ہے۔ دراصل واقعہ یہ تھا۔ کہ اہل مکہ تاجر پیشہ تھے اور کافر ہونے کے باوجود اپنی امانتیں حضورؐ کے پاس رکھواتے تھے حضورؐ کو "امین" سے پکارتے، عداوت ودشمنی تھی مگر آپ کو "الصادق الامین" کا لقب دے رکھا تھا۔ جب حضورؐ ہجرت فرمانے لگے تو حضرت علیؓ کو امانتیں پہنچانے اور مالکوں کے سپرد کرنے

ا، ۲ (حاشیہ صفحہ ۳۶، ۳۷ پر دیکھئے)

کی خاطر مکہ معظمہ میں چھوڑا کہ لوگوں کو پہنچا دینا تو حضرت علی کو اپنے بستر پر چھوڑنا خلافت کی دلیل کب بن سکتی ہے ؟ خلافت کی دلیل تو وہ ہے۔ کہ جب مرضِ وصال

مرض وصال میں حضرت صدیقؓ کی خلافت کے ارشادات

میں ایک بار حضورؐ مسجد میں تشریف لے گئے تو مصلّٰی پر حضرت علیؓ کی موجودگی کے باوجود حضرت صدیقؓ کو کھڑا کروایا۔ اور مرض وصال میں جب بھی نماز کا وقت آتا۔ تو فرماتے : مروا ابابکر فلیصل بالناس ۔ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں۔ اس مرض میں ارشاد فرمایا۔ کہ مسجد کے گرداگرد احاطۂ مسجد میں جو دروازے اور دریچے کھلتے ہیں انہیں بند کر دو۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق کے مکان کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ اس کا دروازہ کھلا رہے۔[1] اشارہ تھا اس طرف کہ

---

[1] ولفظ الحدیث ما رواہ الشیخانؒ عن ابی سعید الخدری قال علیہ السلام۔ لا تبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر وعن عائشۃؓ ان النبی علیہ السلام۔ امر لسد الابواب الا باب ابی بکر۔ (اخرجہ الترمذی) وقال علیہ السلام لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر۔ (البخاری ج ۱ ص ۵۱۶) ففی الحادیث ادل دلیل علی الخلافۃ فان لہ بسبب الخلافۃ والامامۃ یکون فضل حاجۃ الی المسجد النبوی فکانہ استخلاف معنیً وصرح شراح الاحادیث بان ھذا الکلام کان فی مرضہ الذی توفی فیہ وفی آخر خطبۃ خطبہا تنبیھًا للناس فی ضمن ذلک علی امر الخلافۃ وتعریضً بان ابابکر ھو متخلف بعدہٗ۔

دورانِ خلافت میں امورِ خلافت کی انجام دہی اور پنج وقتہ نمازوں میں مسجد آنے جانے کے لئے ان کا دروازہ کھلا رہے۔ اور آسانی ہو۔ آج بھی حجاج جاتے ہیں اور چودہ سو سال بعد بھی حضرت صدیق کے مکان کا دروازہ کھلا ہُوا پاتے ہیں۔ اور دروازے پر "باب حجرۃ ابی بکر الصدیق" کا بورڈ آویزاں ہے۔ باقی تمام دروازے بند ہیں۔ کتنی صریح دلیل اور غیر فانی فضیلت ہے۔ مگر تعصّب کا کیا کیا جائے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

تو بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ غارِ ثور میں جب حضرت صدیقؓ نے گھبرا کر حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ دشمن سر پر آ پہنچے اب کیا کیا جائے۔ تو حضور نے تسلّی دی اور فرمایا: لاتحزن ان اللّٰہ معنا۔[۲] قرآن نے حضرت ابوبکر کی صحابیت کی شہادت دی۔ غارِ ثور گویا مقتل بن گیا ہے۔ مگر ایسے خطرناک حالات میں بھی ابوبکرؓ نے ساتھ نہ چھوڑا۔ انّ اللّٰہ معنا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ

---

[۲] ونزول آیۃ ثانی اثنین اذھما فی الغار فی شان ابی بکر وذلک باجماع الامّۃ لحدیث الحسن قال حدثنی ابوبکر قال کنت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الغار فرأیت آثار المشرکین قلت یا رسول اللّٰہ لو ان احدھم رفع قدمہ رآنا قال ماظنّک باثنین اللّٰہ ثالثھما (اخرجہ البخاری وکذلک قولہ تعالیٰ فان اللّٰہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین فی مزیۃ الشیخین کما یشاھد بہ حدیث ابی امامۃ فی المستدرک للحاکم ۱۲ سمیع الحق۔

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معیت حضرت صدیق رضؓ کو بھی حاصل ہے۔ اور جس کا ساتھی اللہ ہو اس کو کوئی بھی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ اِلاَّ تنصروہ فقد نصرہ اللہ ۔ اگر تم نے اسلام سے روگردانی کی۔ اسلام کے قوانین و اوامر کو چھوڑا حضورؐ کی امداد نہ کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ خدا کی امداد حضورؐ کی شامل حال ہے۔

بزرگو اور بھائیو! یہ بھی عشق کا عجیب مرحلہ ہے۔ غار کے اندر گھستے وقت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ آپ ٹھہر جائیں۔ خود اندر گئے۔ غار میں جھاڑو دی۔ اپنے کپڑوں کو پھاڑ پھاڑ کر سوراخوں کو اس سے بند کیا۔ کپڑا ختم ہوا اور دو سوراخ باقی رہے تو اس طریقے سے بیٹھ گئے کہ ایک سوراخ کے سامنے ایک ایڑی رکھی اور دوسرے کے ساتھ دوسرا قدم لگایا۔ پھر عرض کیا کہ حضرتؐ آپ تشریف لے آئیں حضورؐ تشریف لائے۔ ابوبکرؓ صدیق کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا۔ اب عشق کا مقام دیکھئے۔ جہاں قدم قدم پہ آزمائشیں ہیں، امتحانات ہیں۔ اگر کوئی شخص وفاداری کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر خدمت سے انکار کرے۔ جب مالک کسی کام کا حکم دے تو کہے دھوپ ہے۔ سردی ہے۔ باہر نہیں نکل سکتا تو ایسی وفاداری کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تو کیا ایسے غلام اور نوکر کو اجرت اور تنخواہ مل سکے گی۔؟

ہم خدا تعالیٰ کی وفاداری اور غلامی و بندگی کا دعویٰ کریں۔ مگر نہ نماز نہ روزہ نہ قربانی نہ عبادت نہ اطاعت تو کیا کام چلے گا۔؟

تو ابوبکرؓ نے اپنی ایڑیاں سوراخوں کے آگے رکھیں۔ بڑے لوگوں کا امتحان سخت ہوتا ہے۔ اشدّ الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل (بخاری) ترجمہ: "سب سے بڑی اور سخت آزمائشیں انبیاء علیہم السلام پہ ہوئیں پھر ان پر جو اُن سے

جتنے قریب ہوں۔ اندر سے سانپ نے ڈس لیا۔ زہر کے درد سے چور چور ہوئے۔ مگر حرکت نہیں کی، ہلے نہیں، کہ حضورؐ کے آرام میں خلل نہ آئے۔ اور آنکھ نہ کھل جائے۔ درد کی شدت اور زہر کی تپش سے آنسو ٹپک کر حضورؐ پر جا گرے تو حضورؐ کی آنکھ کھلی۔ پوچھا ابوبکرؓ کیوں روتے ہو۔ حضرت صدیقؓ نے واقعہ سنایا حضورؐ نے اپنے دہن کا لعاب مبارک مارگزیدہ جگہ پر لگایا۔ حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں۔ کہ درد کا اثر فوراً زائل ہوا[1] تو بہر حال اتنی بڑی فضیلت حضرت صدیقؓ کو عطا فرمائی گئی۔ انہوں نے اسلام کے لئے کتنی بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں۔ یہاں مجھ سے بعض دوستوں نے اس پروپیگنڈے کا ذکر کیا۔ جو بعض حضرات

ایک غلط پروپیگنڈہ

کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ کی صرف ایک ہی بیٹی فاطمۃ الزہرا تھی۔ اللہ اکبر حقائق سے کس طرح انکار کیا جا رہا

---

[1] وفی حدیث عمر قال (ابوبکر) واللہ لا تدخلہ حتی ادخل قبلک فان کان فیہ شیئ اصابنی دونک فدخل فکسحہ (ای کنسہ) ووجد فی جانبہ ثقباً فشق ازارہ وسدھا بہ وبقی منہا اثنان فالقمہما رجلیہ ثم قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادخل فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضع راسہ فی حجرہ ونام فلدغ ابوبکرؓ فی رجلہ من الحجر (الثقب) ولم یتحرک مخافۃ ان ینتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسقطت دموعہ علی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالک یا ابابکر قال لدغت فداک ابی وامی فتفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذھب ما یجدہ والحدیث بطولہا ۱۲ س م (مشکوۃ ص ۵۵۶ مناقب ابوبکر)

ہے۔ دراصل یہ مسلمانوں کی بد قسمتی ہے۔ کہ اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کا حال اور تعداد تو معلوم ہے۔ مگر جہالت کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے رسولؐ کے احوال کے بارے میں اس قسم کا دھوکا بھی دیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ جب حضورؐ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو چار لاکھ تک جان نثار صحابہ موجود تھے جنہوں نے حضورؐ کے ایک ایک قول ہر ہر حرکت اور واقعہ کو محفوظ کیا۔ ذرہ ذرہ کی حفاظت کی۔ اب اتنی موٹی بات سے بھی انکار کیا جاتا ہے۔ کہ حضورؐ کی اور لڑکیاں نہ تھیں۔ مخالفین سمجھتے ہیں۔ کہ لاعلمی کی وجہ سے مسلمانوں کو ہر طرح کی باتیں کی جا سکتی ہیں۔ مسلمانوں کو فرانس اور لندن کی تاریخ تو معلوم ہے مگر اپنے مذہب سے قطعی بے خبر ہیں۔ اگر علم کی روشنی ہوتی تو ایسے بیّن اور واضح حقائق کا انکار کیسے کرایا جا سکتا؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب اس بنا پر ذوالنورین تھا۔ کہ حضورؐ کی دو صاحبزادیاں رقیہؓ اور اُم کلثومؓ یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں آئیں۔ حسد بُری بلا ہے۔ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر ایک لڑکی حضرت فاطمۃ الزہرا کی وجہ سے حضرت علیؓ کو فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ تو دو صاحبزادیوں کی وجہ سے حضرت عثمان کو کیوں فضیلت[1] حاصل نہ ہو گی۔ سرے سے لڑکیوں کے وجود ہی سے انکار

---

[1] وکفی لمزیۃ عثمانؓ قولہ علیہ السلام لما نھض النبیؐ الی عثمان فاعتنقہ وقال انت ولیّی فی الدنیا والآخرۃ وقال ان عثمان رفیقی ومعی فی الجنۃ وقولہ علیہ السلام اسکن یا ثبیر فانما علیک نبیّ وصدیق (باقی صفحہ ۴۴ پر)

کر بیٹھے ——— آج ہم میں سے اکثریت حضرت عمر خلیفہ

حضرت عمر فاروق کی فضیلت اور مقام

ثانی فاروق اعظمؓ کی شان و مقام سے ناواقف ہے۔ یورپ والے انہیں جانتے ہیں۔ کہ ان کے کالجوں میں سیرت العمرؓ پڑھائی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں تقریباً چار ہزار شہر اسلامی حکومت میں داخل ہوئے۔ ہزاروں جامع مسجدیں بنائی گئیںؔ۔ مگر حسرت سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری

(صفحہ ۴۳ سے آگے) وشهيدان (اى عمر وعثمان) وقوله عليه السلام لعل الله يقمصك قميصاً فان ارادوك على خلعه فلا تخلع لهم وقوله عليه السلام الا استحى من رجل يستحيى منه الملائكة وتشريف النبى عليه السلام اياه بمصاهرته مرتين ۱۲۔

ؔ وقد صرح الامام ولى الله الدهلوىؒ۔ "در زمان خلافت حضرت عمرؓ ہزار و سی و شش شہر باتوابع و نواحی آں فتح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و یک ہزار و نہصد منبر بر محاریب جوامع بجہت خطبہ جمعہ بنا کردند۔ انتہی (ازالۃ الخفاء ج ۲ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخینؓ ص ۱۳۲) وكفى له فخرا بان كان مراداً الامريد اوشتان بين المرتبتين وقوله عليه السلام لو كان بعدى نبى لكان عمرؓ (الحديث) اعز الله باسلامه المسلمين وايدهم كما قال ابن مسعود ما زلنا اعزة منذ اسلم عمرؓ اخرجه الحاكم۔ والقرآن تشهد بمزاياه والحديث تنبئ بمفاخره وقوله عليه السلام اللهم اعز الاسلام باحب هذين الرجلين اليك قال وكان احبهما اليه عمر (اخرجه الترمذى والحاكم) وقوله عليه السلام جعل الله الحق على لسان عمر وقلبه (الترمذى) وعن على

(باقی صفحہ ۴۵ پر)

ساری عمر کی خدمت اور عبادت ایک طرف مگر کاش مجھے غارِ ثور میں حضرت صدیق کی ایک رات کی خدمت مل جائے تو میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔[1]

خود حضرت علی نے فاطمۃ الزہراء کی بیٹی کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کرایا اور اس مبارک اور پاکیزہ رشتہ میں شریک کرایا۔[2]

دین میں صحابہ کا مقام

میرے بزرگو! صحابہ کرام دین کی جڑیں ہیں۔ دین کی عمارت صحابہ کرام پر کھڑی ہے۔ یہ دین ہمیں اتنے اولوالعزم صحابہ سے پہنچا اور اگر جڑیں کاٹ دی جائیں تو گو ہزاروں دفعہ آبپاشی کریں درخت کو پانی دیں مگر درخت سرسبز و شاداب نہیں ہو سکے گا یہ عظیم الشان نعمت ہمیں ان لوگوں کے ذریعہ پہنچی ہے۔ اور جب خدانخواستہ صحابہ کے درمیان نفرت و عداوت پیدا کر دی گئی تو دین کہاں رہے گا۔ خدا اور رسول کے بعد ہمارے درمیان تو صحابہ کرام ہی ہیں۔[3] خداوند کریم کا ارشاد ہے۔

محمد الرسول اللہ والذین معہ اشدآءُ　　محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپ[4]

(صفحہ ۴۴ سے آگے) قولہ ماکنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر (الاستیعاب والبیہقی) وقولہٗ علیہ السلام ان الشیطان یخاف منک یا عمر وغیر ذلک من شرفہ وفضلہ ذکرنا نبذۃ منہا۔ ۱۲ سمیع

[1] عن عمر ذکر عندہ ابوبکر فبکیٰ وقال وددت ان عملی کلہ مثل عملہ یوماً واحداً من ایامہ ولیلۃً واحدۃ من لیالیہ اما لیلۃٌ فلیلۃٌ سار مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الغار الی آخرہٖ ۱۲ (مشکوٰۃ صـ۵۵۶ مناقب ابی بکر)

[2] تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ ہو صـ۹۷ ... [3] ملاحظہ ہو مضمون از صـ۲۸

علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرعٍ اخرج شطأہٗ فاٰزرہٗ فاستغلظ فاستوٰی علیٰ سوقہٖ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت منھم مغفرۃ واجراً عظیماً الآیۃ۔

کے ساتھ ہیں. کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا. کہ رکوع وسجود کر رہے ہیں. اللہ کا فضل اور اُس کی خوشنودی چاہتے ہیں ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے. یہی وصف ان کا توراۃ میں ہے. اور انجیل میں ان کا وصف ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی مضبوط کر دیا۔ پھر موٹی ہو گئی پھر اپنے تنہ پر کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی. تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے. اللہ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والے کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے. (پارہ ۲۶ الفتح رکوع ۴)

خداوند کریم نے اتنی پاکی اور صفائی صحابہ کرام کی بیان کی. مغفرت واجر عظیم کا وعدہ کیا گیا. اور پھر حضرت صدیق وحضرت فاروق جیسی معیت کہ زندگی میں بھی ساتھ رہے. اور روضۂ مبارک کے حجرہ طیبہ میں قبر یں بھی آپؐ کے ساتھ ہیں. اور والذین معہ کے مصداق بعد الموت بھی ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے. کہ جنگِ اُحد میں ابوسفیان لڑ رہا تھا. کسی نے افواہ پھیلائی حضورؐ شہید کر دیے گئے. ابوسفیان کو معلوم ہوا تو پکار کر پوچھا افیکم محمدؐ. کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں. حضورؐ نے فرمایا

جواب مت دو۔ پھر ابوسفیان نے پکارا افیکم ابوبکر۔ حضورؐ نے پھر جواب دینے سے منع کیا۔ ابوسفیان نے جواب نہ پاکر پھر پکارا کہ افیکم عمرؓ۔ گویا حضورؐ کے ساتھ ان کی رفاقت و معیّت ایسی ظاہر بات تھی۔ کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر غیر مسلم اور دشمنوں کو بھی معلوم تھی۔

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ایک ہاتھ ابوبکرؓ کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں ڈالے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ جس طرح دنیا میں ہمارا ساتھ ہے۔ آخرت میں بھی اور جنت میں بھی ہماری آپس میں رفاقت ہوگی[1] والذین معہ اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم۔ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں۔ مگر آپس میں ایک دوسرے سے قربان ہونے والے ہیں۔ محبت کرنے والے ہیں۔ تو قرآن یہ دعویٰ کرتا ہے۔ اور یہاں کیا کچھ کہا جا رہا ہے۔ مدّعی سُست گواہ چُست

---

[1] وعن ابن عمرؓ ان النبی علیہ السلام خرج ذات یوم ودخل المسجد وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والآخر عن شمالہ وھو آخذ بایدیھما فقال ھکذا نبعث یوم القیامۃ رواہ الترمذی ۱۲ - وللہ درّ الصحابی الجلیل سیدنا علیؓ حیث خاطب عمر حین وضع للغسل علی سریرہ فقال یرحمک اللہ انی لارجوان یجعلک اللہ مع صاحبیک۔ لانی کثیرا ماکنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کنت وابوبکر وعمر۔ وفعلت وابوبکر وعمر۔ وانطلقت وابوبکر وعمر۔ ودخلتُ وابوبکر وعمر۔ وخرجت وابوبکر وعمر۔ (بخاری ومسلم بروایۃ ابن عباسؓ) ۱۲ س م غفرلہ

والاقصہ ہے ـــــــ!

شیخین رض کی خلافت پر حضرت علی رض کی رضامندی تھی

آج کہا جاتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کے درمیان اور خلفائے راشدین کے درمیان بغض وعداوت تھی کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت علی رض شیخین رض کی خلافت پر ناراضگی کے باوجود خاموش ہو کر بیٹھے رہتے۔ بلکہ الٹا ان کے ساتھ تعلقات رکھتے اُن کے ساتھ رشتے ناطے کرتے حضرت علی رض حضرت حسین رض

له والعجب من هولاء القوم الذين مسخوا الحقيقة واعرضوا عن الحق الصريح فاخترعوا ما اخترعوا والحال ان سيدنا على المرتضى ما صرح ولا كنى فى حين من الاحيان بابطال الشيخين فى خلافتهما او تجاوزهم الحق بل كان يعترف ويصارح بفضلهما وحبهما ويعلن بمزاياهما فى ايام خلافته الى ان تواترت آثاره فى ذلك كما نص الامام ولى الله الدهلوى فى قرة العينين فى تفضيل الشيخين -

والحق ان الكتاب لم يصنف فى هذا الباب مثله فقال ....

مرتضیٰ در ایام خلافت خود در مجالس متعددہ افضلیت شیخین را بہ ترتیب بیان نمود و جمعی را کہ دریں مسئلہ ظن فاسد داشتند زجر فرمود و فقہائے صحابہ حاضر بودند و از کسی منعی و اعتراضی ظاہر نشد و ایں آثار بحد تواتر رسیدہ اند ص۲۸ ثم قال بلکہ بمرتبہ کہ نصف و ثلث آں تواتر باشد و بحقیقت ایں مسئلہ را بہتر از خاتم الخلفاء رض کسی تقریر نکرد و اعتماد کلی اہل سنت دریں مسئلہ بر تصریحات اوست ص۳۰

فمن اقوال علی رض ومعترفاته قوله رض خير هذه الامة ابوبكر ثم عمر رض ثبت بروايات

(باقی صفحہ ۴۹ پر)

کے والد ماجد تھے. جلیل القدر صحابی ان کی شجاعت و حمیّت اور غیرت ایمانی ضرب المثل تھی. اسد اللہ تھے. شجاعت اور بہادری کے جو جوہر حضرت حسینؓ میں موجود تھے یقیناً اس سے ہزار چند قوت و شجاعت والد میں زیادہ اور بدرجۂ اتم موجود تھی.

(صفحہ ۴۸ سے آگے) کثیرة عن محمد بن الحنیفة وحدیث ابی جحیفة قال علی ان افضل هذه الامة بعد نبیها ابوبکر وبعده عمر وبعدهما آخر ثالث ولم یسمّه اخرجه احمد وکذالک فی حدیث عون بن ابی جحیفة وعلقمة وعبد الملک بن میسرة والمسیّب وعبد الخیر وعبد الملک بن سلع وعبد اللہ بن سلمة وغیرهم بطرق مختلفة ما یکفی للتواتر. وکذلک عن صعصعة قال خطبنا علیؓ حین ضربه ابن ملجم فقلنا یا امیر المومنین استخلف علینا فقال اترکم کما ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قلنا یا رسول اللہ استخلف علینا فقال ان یعلم اللہ فیکم خیراً یولّ علیکم خیارکم قال علی فعلم اللہ فینا خیراً فولّی ابا بکر (اخرجه الحاکم) ومن جملة ذلک تعزیره من ینکر عن فضلیة الشیخین قال علی لا یفضلنی احد علی ابی بکر وعمر الاجلدته حد المفتری (اخرجه ابو عمر فی الاستیعاب) وکذا روایة علیؓ حدیث ابی بکر وعمر سیدا کهول اهل الجنة عن النبی علیه السلام. ومما یدل علی حب علی ایاهما تسمیته اولاده باسماءهما وقوله رضؓ رحم اللہ ابا بکر جمع القرآن وحمل رسول اللہ کما فی الهجرة نور اللہ قبر عمر کما نوّر مساجدنا وقوله ان عمر کان رشید الامر. وتزویج علی ابنها ام کلثوم مع عمر کما بسطنا الکلام فی ذلک فی موضع آخر. وکذلک تواترت آثار اهل بیته فی حق الشیخین کاقوال حسن بن علی.

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

اور یزید نہ فرانسیسی تھا نہ جرمنی نہ ہندو نہ یورپی بلکہ مسلمانی کا دعویٰ کرتا۔ اور مسلمان کہلاتا تھا۔ مگر جب حضرت حسینؓ نے دیکھا۔ کہ ایک نااہل اٹھتا ہے۔ اور ایک غلط سنت کی بنیاد رکھ کر خلافت عظمیٰ کے مسند پر بیٹھتا ہے۔ تو

(حاشیہ صفحہ ۴۹ سے آگے) وزین العابدین وزید الشہید وجعفر بن محمد واقوال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فالحق ان الصحابۃ وسائر التابعین لاسیما علی واھل بیتہ اجمعوا دلالۃً وصراحۃً علی فضیلۃ الشیخین ومن شاء المزید فلیراجع الی المطولات۔

واما ما اشتھر عن الشیعۃ فی تخلف علی واباءہ عن بیعۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ فمکابرۃ وتسامحٌ عن الامر الحق الثابت بالدلائل الواضحۃ فی ھذا الباب۔ ان الامام المرتضیٰ ما تخلّف قط سخطاً عن بیعتہ بل باع علی یدیہ عند البیعۃ الاولیٰ البیعۃ العامۃ لاستخلاف ابی بکر وما فی بعض الروایات ان علیاً بایع بعد ستۃ اشھر فما تأبی عنہ الدرایۃ والروایات القویۃ فمنھا مارواہ الحاکم فی المستدرک عن ابی سعید الخدری بعد ذکر بعض احوال واقعۃ السقیفۃ فقال فلما قعد ابوبکر علی المنبر نظر فی وجوہ القوم فلم یر علیاً فسال عنہ فقام ناس من الانصار فاتوا بہ فقال ابوبکر ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختنہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعہ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۶) وفی تلک الروایۃ عن ابی سعید الخدری قول علی والزبیرؓ۔ (باقی صفحہ ۵۱ پر)

حضرت حسینؓ نے احقاق حق کے لئے مال وجان کی قربانی دی۔ تو باپ تو بہر حال زیادہ بہادر اور شجاع تھے۔ اگر خدانخواستہ حضرت صدیقؓ و حضرت عمرؓ حق سے ذرہ برابر ہٹتے اور خاکم بدہن امر خلافت کیلئے نا اہل ہوتے تو حضرت علی کو

(حاشیہ صفحہ ۵۰ سے آگے) ما غضبنا الّا لانا قد اخرنا من المشاورة وانا نری ابابکر احق الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لصاحب الغار وثانی اثنین وانا لنعلم بشرفہ وکبرہٖ ولقد امرہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ بالناس وھو حیٌّ (المستدرک ج ۳ ص ۶۶) وفی ابن سعد عن الحسن قال علی یوماً لما توفیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتفکّرنا فی امر الخلافۃ فوجدنا ابابکر قد خلفہٗ رسول اللہ فی امر الصلوٰۃ فرضینا الامر دنیانا (ای الخلافۃ) بمن رضی لہٗ النبی علیہ السلام فی امر دینہ وقدمنا ابابکر للخلافۃ واستخلفناہٗ (ابن سعد تذکرۃ ابی بکرؓ) فالحق ما قالہ الحافظ ابن الحجر بعد ذکر روایۃ المستدرک وجمع غیرہٖ بانہٗ بایعہٗ بیعۃً ثانیۃ مؤکدۃ للاولی لازالۃ ما کان وقع بسبب المیراث کما تقدم وعلی ھذا۔

قول الزھری لم یبایعہٗ علی فی تلک الایام علی ارادۃ الملازمۃ لہٗ والحضور عندہٗ وما اشبہ ذلک فان فی انقطاع مثلہ عن مثلہ مایوھم من لایعرف باطن الامر انہٗ بسبب عدم الرضا بخلافتہٖ فاطلق من اطلق ذلک وبسبب ذلک اظھر علی المبایعۃ الّتی بعد موت فاطمۃ علیھا السلام لازالۃ ھذہٖ الشبھۃ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۹) وقد اوضح المحقق الشھیر الحافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ بعد نقل روایۃ ابی سعید الخدری فقال وھذا اللائق بعلی رضی اللہ عنہٗ

(باقی صفحہ ۵۵ پر)

سب سے پہلے حضرت ابوبکر و عمرؓ کے مقابلہ میں کھڑا ہونا چاہئے تھا۔ اگر وہ اہل نہ تھے تو پھر حضرت علیؓ نے ایک امر باطل کو دیکھتے ہوئے کیوں خاموشی اختیار کی؟ جس باپ کا فرزند اتنا بہادر، شجاع اور اسلام کے لئے سربکف مجاہد ہو۔ کیا وہ خود ایک ناجائز امر کو دیکھتے ہوئے خاموش رہ سکتا ہے؟ اس بہادر کا بیٹا

(حاشیہ صفحہ ۵۱ سے آگے) والذی یدل علیہ الآثار من شہودہ معہ الصلوٰۃ وخروجہ معہ الی ذی القصۃ بعد موت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کما سنوردہ وبذلہ لہ النصیحۃ والمشورۃ بین یدیہ (البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۰۲) ثم قال توجیہا لروایۃ بیعۃ علی بعد وفاۃ فاطمۃؓ۔ واما ما یاتی من مبایعتہ ایاہ بعد موت فاطمۃ وقد ماتت بعد ابیہا علیہ السلام بستۃ اشہر فذلک محمول علی انہا بیعۃ ثانیۃ ازالت ما کان قد وقع من وحشۃ بسبب الکلام فی المیراث (البدایۃ ج ۶ ص ۳۰۲) قال الامام القرطبیؒ من تامل ما دار بین ابی بکر و علی من المعاتبۃ ومن الاعتذار وما تضمن ذلک من الانصاف عرف ان بعضہم کان یعترف بفضل الآخر وان قلوبہم کانت متفقۃ علی الاحترام والمحبۃ وان کان الطبع البشری قد یغلب احیاناً لکن الدیانۃ ترد ذلک واللّٰہ الموفق — (فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۹) اقول ولو ثبت علی سبیل الفرض تخلفہ عن البیعۃ فلا یحمل التخلف علی سخطہ بل ہو اعتذار نفسہ کما قال المازریؒ العذر لعلی فی تخلفہ مع ما اعتذر ہو بہ انہ یکفی فی بیعۃ الامام ان یقع من اہل الحل والعقد ولا یجب الاستیعاب ولا یلزم کل احد ان یحضر

(باقی صفحہ ۵۳ پر)

ہزاروں کے مقابلے میں اکیلا لڑتا ہے۔ کوئی پرواہ اور کوئی جھجک نہیں۔ ع

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

خود کٹ مرجاتا ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت زندہ رہے۔ مگر اس جیسے بہادر بیٹے کا باپ حضرت علی اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی حضرت عمرؓ سے کراتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے تقیہ سے کام لیا۔ دو چیزیں ان لوگوں کے ہاں اہم عبادات میں سے ہیں۔ ایک "تقیہ" اور ایک "متعہ"[1] تو کہتے ہیں کہ تقیہ فرض ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۵۲ سے آگے) عندہ ویضع یدہ فی یدہ بل یکفی التزام طاعتہ والانقیاد لہ بان لایخالفہ ولایشق العصا علیہ وھذا کان حال علی لم یقع منہ الا التاخر عن الحضور عند ابی بکر وقد ذکرت سبب ذلک (فتح الباری ج ۷، ص ۳۷۸) وھذا القدر کاف لمن یری الامور بعین الحقیقۃ وامر الجاھل العنید مفوض الی اللہ واللہ یھدی من یشاء ۱۲ سمیع الحق غفرلہ

[1] والمتعۃ من المسائل اللتی تھتم بھا السبائیۃ وھو من اقبح صور الزنا وافحشھا وداخلۃ فیھا حسب قولہ تعالی الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین الآیۃ۔ وقولہ تعالی محصنت غیر مسفحت ولامتخذات اخدان (پ نسا) والاسف بانھم لم یکتفوا باباحتھا بل توغلوا فی فضائلھا وصنعوا فی ذلک آثاراً من الائمۃ حتی قالوا من لم یتمتع بالنساء جاء یوم القیامۃ مجدوع الانف والاذنین ومن فعلھا فقد فاز بمنزلۃ حسینؓ ومن فعلھا مرتین فھو کالحسن فی الدرجۃ الی غیر ذلک من الھفوات ما نطوی عن ذکرھا وافتروا فی تعالیمھا

(باقی صفحہ ۵۴ پر)

اور حضرت علیؓ نے خاموشی سے کام لے کر تقیہ فرمایا اور ایک فرض پورا کیا۔ مگر جب اُن سے پوچھا جائے۔ کہ حضرت حسینؓ نے کیوں تقیہ نہیں کیا۔ بلکہ ایک باطل کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور معاذ اللہ تارک فرض ہوئے۔ تو پھر ان سے جواب نہیں پڑتا اور ان کے اہل علم آپس میں کانا پوسی کرتے ہیں۔ کہ حضرت حسینؓ بھی واقعی تارک فرض ہوئے اور پھر خود ان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔[1]

حضرت حسنؓ کی مصالحت

آج یہ لوگ حضرت حسنؓ کا نام نہیں لیتے بلکہ اُن کو تو نسیاً منسیا کہہ دیا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ مصالحت کی حالانکہ وہ بھی زہر سے شہید ہوئے ہیں۔ اور شہادت کا مقام حاصل کر چکے ہیں۔ حضورؐ نے ایک دفعہ خطبہ کے دوران حضرت حسنؓ کو گود میں اٹھایا جب کہ وہ بچے تھے۔ اور فرمایا کہ اس کی برکت سے خدا لاکھوں مسلمانوں کو لڑائی اور باہمی جنگ و جدال سے بچائے گا۔[2] اتنے بڑے مقام اور درجے کے صحابی مگر یہ لوگ ان کا نام نہیں لیتے۔ کیا یہ اہل بیت میں داخل نہیں؟ حضرت حسینؓ اعلانِ حق کے لئے کھڑے ہوئے جیسا کہ ضروری تھا۔ تو پھر حضرت علی نے شیخین کے مقابلے میں کیوں خاموشی اختیار کی؟ گویا دوسرے الفاظ میں معاذ اللہ خاکم بدہن اُس شیرِ خدا نے بزدلی کی اور تقیہ سے

(حاشیہ صفحہ ۵۳ سے آگے) علی الامام الباقر الجعفر الصادق والامام عن مفتریاتهم القبیحة بریٔ۔ انظروا کتابهم تهذیب الاحکام ۱۲ سمیع۔

[1] (ضمیمہ صفحہ ۹۰ پر دیکھیے) [2] ضمیمہ ۹۲ پر دیکھیے۔

کام لیا۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک شخص خلافت کا مستحق نہیں۔ مگر وہ جبر اور زور سے اس مسند پر بیٹھ جائے تو وہ ڈاکو اور باغی ہے۔ مگر حضرت علیؓ نے مزاحمت نہ کی اور ان کے زمانہ خلافت میں پوری اطاعت اور فرمانبرداری کی بلکہ حضرت صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں مسیلمۂ کذاب کے ساتھ لڑائی ہوئی اور مالِ غنیمت میں باندیاں آئیں۔

حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ کی پیش کردہ باندی کو قبول کیا

ایک باندی حنفیہؒ کے نام سے تھی حضرت ابوبکرؓ نے حنفیہؒ کو حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے یہ پیشکش قبول فرمائی۔ اس باندی سے حضرت علیؓ کے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جو محمد بن حنفیہؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ مشہور و معروف عالم ہیں۔

تو اگر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت حضرت علیؓ کے نزدیک صحیح و درست نہ ہوتی تو وہ باندی رکھنا آپ کو کیسے درست تھا؟ حضرت علیؓ کا یقین اور اعتقاد تھا۔ کہ حضرت صدیقؓ کی خلافت حق پر ہے۔

حضرت عمرؓ کے ساتھ رشتہ

اس طرح حضرت عمرؓ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے۔ سوائے میرے رشتے کے۔ کہ میرے ساتھ جن کا رشتہ ہے وہ نہیں کٹے گا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ	جس دن کہ بھاگے گا مرد اپنے بھائی سے
وصاحبتہ وبنیہ لکل امرئٍ منھم	اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی
یومئذٍ شان یغنیہ۔	ساتھ والی (بیوی) سے اور اپنے بیٹوں

---

۵ نیز ملاحظہ ہو مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مکتوب ضمیمہ ص۱۳۲ پر

سے ہر مرد کو اُس دن اُن میں سے ایک فکر لگا ہُوا ہو گا۔ جو اس کے لئے کافی ہے۔

خداوند کریم ہم سب کا روحانی رشتہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

یہاں رشتہ سے عام رشتہ مراد ہے۔ خواہ جسمانی ہو یا روحانی نبی کریمؐ اپنی اُمت کے روحانی والد ہیں۔ بشرطیکہ اُمتی ناخلف وارث نہ بنیں۔ تو حضرت عمرؓ نے جب یہ حدیث سُنی کہ قیامت کے دن صرف میرا رشتہ قائم رہے گا۔ تو خاندانی رشتہ کی سعادت بھی حاصل کرنے کی خاطر حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ حضرت فاطمۃ الزہراء کی صاحبزادی ام کلثوم کا رشتہ میرے ساتھ کر دیجئے کہ یہ مبارک رشتہ قیامت کے دن میرے کام آ سکے[1]۔ اب تو یار لوگوں نے سرے سے اس رشتہ سے انکار کر دیا۔ مجھے اگلے دنوں ایک سفر کے سلسلے میں ملتان جانا ہُوا۔ ایک مولوی صاحب نے ایک کتاب دکھائی سو سو۔ دو دو سو صفحات کے بعد بار بار "۶"، کا صفحہ اس میں لگا ہُوا تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہُوا کہ اصل کتاب میں چونکہ اس صفحہ پر حضرت عمرؓ کے ساتھ ام کلثوم کے نکاح کا حال لکھا تھا۔ تو اب اس مضمون کو صفحہ ۶ سے ہٹا کر الگ صفحات چھپوا دئے گئے اور اگر کسی نے اس صفحہ کا حوالہ دیا تو جھٹ نکال کر کتاب آگے رکھدی کہ اس صفحہ پر تو کچھ نہیں لکھا۔ گویا اتنے دھوکے اور فریب میں یہ مذہب چل رہا ہے۔ تو صحیح بات وہی ہے۔ جو خداوند کریم نے ارشاد فرمائی کہ رحماءُ بینھمُ کہ تمام صحابہ آپس میں مہربان اور مشفق جان نثار

---

[1] (حاشیہ ضمیمہ صـ ۹۷ پر دیکھئے)

دوست تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت علیؓ شیخین کی خلافت پر مکمل راضی تھے۔ اہل سنت والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے۔ اور یہ بالکل بے غبار ہے۔ صحابہ پر آج ہم تنقیدیں کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا: اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا۔

صحابہ کرامؓ کا عشق و محبت

میرے صحابہ کے بارہ میں خدا سے ڈرتے رہو کہیں انہیں سب وشتم اور تنقید کا نشانہ نہ بنا لینا۔

انہوں نے اسلام کی خدمت کی اُن کی رگ رگ میں حضورؐ کے ساتھ عشق و محبت بھرا ہُوا تھا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ جن کی میرے ساتھ محبت ہے۔ تو وہ میرے دوستوں کے ساتھ بھی ضرور محبت کریں گے۔ ارے بھائی مجنوں سے عشق سیکھو۔ عشق کے جذبہ اور محبت میں لیلیٰ کے کتوں کو گود میں بٹھاتا۔ انہیں چومتا اور پیار کرتا۔ وہ تو لیلیٰ کے در و دیوار کو چومتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ؎

امرّ علی الدیار دیار لیلیٰ　　　واقبل ذا الجدار وذا الجدارا

وما حبّ الدیار شغفن قلبی　　　ولکن حبّ من سکن الدیارا

تو جن صحابہ کرام نے حضورؐ پر مال وجان قربان کیا ہم اُن کے ساتھ محبت نہ کریں گے اور بغض و نفرت اور اُن پر تبرّا کریں گے جو شخص پاکستان کو دل وجان سے مانتا ہے۔ اور اسے پسند کرتا ہے۔ تو ضرور اس کے ملازمین اور فوج سے بھی محبت کرے گا۔ اور اگر باغی ہو تو نفرت کرے گا۔

آج کل عجب تماشہ ہے۔ ایک طرف عشق رسولؐ کا دعویٰ اور دوسری طرف ایک ایک صحابی پر تنقیدیں کی جا رہی ہیں۔ گویا معاذ اللہ حضورؐ اپنے جان نثاروں کی

بھی اصلاح نہ کر سکے؟ کتنا بڑا زد پہنچتا ہے۔

حضرت حسینؓ کے جذبۂ جہاد اور شہادت کی وجوہات

اب میں مختصراً آپ کے سامنے حضرت حسینؓ[1] کے جذبۂ قربانی اور بہادری و شجاعت کے ساتھ شہادت حاصل کرنے اور مال وجان قربان کرنے کے اسباب بیان کرتا ہوں دراصل اسلام سے پہلے ایام جاہلیت میں اپنی جگہ اپنے بیٹے اور پوتے کو اپنا جانشین بنانے کا طریقہ کسرویت اور قیصریت کا طریقہ تھا۔ اسلام نے جس طرح زندگی کے دوسرے شعبوں کی اصلاح کی۔ اسی طرح جاہلیّت کی اس غلط رسم کی بھی شدّت سے مخالفت و تردید کی۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ بھی آپ کے وصال کے بعد خلافت کے اہل تھے۔ اور بہت اچھی طرح اس کی ذمّہ داریوں کو نباہ سکتے تھے۔ مگر حضورؐ جو ان رسومات کو مٹانے کے لئے مبعوث تھے۔ وہ خود اس رسم کو کس طرح برقرار رکھ سکتے تھے۔ یہ چیز جمہوریت کے خلاف تھی۔ آج ہر طرف سے اعتراضات کئے جاتے۔ کہ حضورؐ نے اپنے خاندان میں خلافت محدود کر کے جمہوریت کے خلاف کام کیا۔ اور خلافت کو شہزادیت بنا کر چھوڑا! تو حضورؐ نے یہ مسئلہ قوم کے سامنے چھوڑ دیا۔ اور خاندانی شخصیّت کی جڑ کاٹ

---

[1] من مآثرہ الجمیلہ ومزایاہ ما تواترت ونقصر عن ذکرہا ببعض فمنہا قول النبی علیہ السلام حسینٌ منی وانا من حسین احبّ اللہ من احبّ حسینا حسینٌ سبط من الاسباط (ترمذی) وھو وشقیقہ الاکبر سیدا شباب اھل الجنۃ وریحانتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ — سمیع —

ڈالی کہ قوم کو جو مناسب معلوم ہو اُسے خلیفہ چن لیں۔ وہ قوم ایسی تھی۔ کہ جب اُن سے استصواب کر لیا جائے گا۔ تو وہ اپنی خدا ترسی کی وجہ سے لامحالہ سب سے زیادہ پرہیزگار متقی اور مستحق خلافت شخص کو ووٹ دیکر اسے منتخب کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت صدیق کی خلافت و جانشینی کے بارہ میں اشارات بھی فرما دئے صراحت نہ فرمائی تو اس میں بڑی حکمتیں تھیں۔ ایک یہ کہ شخصیت میں خلافت کو محدود کرنے کا الزام نہ آئے اور آگے یہ سلسلہ جاہلیت کے طور طریقوں پر نہ چل جائے۔ اگر کوئی وارث ہونے اور خاندان میں شامل ہونے کی وجہ سے خلافت کا مستحق بن سکتا تو خاندان میں حضرت عباسؓ موجود تھے جو حضورؐ کے چچا تھے اور وصال کے وقت زندہ تھے۔ اُن کو پھر خلافت کیوں

خلافت کی بنیاد وراثت پر نہیں

نہیں دی گئی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی خلافت کے وقت بھی حضرت عباسؓ زندہ تھے۔ تو بہرحال اگر کسی وارث کو بھی خلافت سونپ دی جاتی تو آج سب اعتراض کرتے کہ اسلام نے ایک رسم جاہلیت برقرار رکھی۔ اسی طرح اگر وراثت کی وجہ سے استحقاق خلافت ہوتا تو خاندان میں حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بھی موجود تھی وراثت کے لحاظ سے سب سے پہلا درجہ اُس کا تھا۔ اس کے بعد دوسرے درجے میں حضرت عباسؓ تھے جو چچا ہیں۔ آج بھی وراثت کا یہی مسئلہ ہے۔ کہ لڑکی اور چچا کی موجودگی میں چچا زاد بھائی کو میراث نہیں ملتا۔ گو حضورؐ کے ترکے میں میراث کا سلسلہ نہیں چلتا مگر جو لوگ رشتہ داری اور وراثت کی وجہ سے استحقاق خلافت ثابت کرتے ہیں۔ اُن کو یہی جواب دیا جا سکتا ہے۔ اور اگر خواہ مخواہ چچا زاد بھائی کو

مستحق وراثت وخلافت قرار دیتے ہیں۔ تو حضورؐ کے دوسرے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس بھی موجود تھے۔ اور اگر ان لوگوں کا یہ استدلال مانا جائے کہ حضرت علی نے تینوں خلافتوں کے دوران "تقیہ" سے کام لیا تو سوال یہ ہے کہ جب خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خلیفہ ہوئے تو حضرت عباسؓ موجود تھے جن کا درجہ رشتہ داری اور وراثت میں حضرت علیؓ سے اونچا تھا۔ تو حضرت علیؓ نے اس وقت "تقیہ" کیوں نہ فرمایا۔ اور خلافت ان کو کیوں نہ سونپی؟ تو اگر حق خلافت میراث سے ہے۔ تو پھر آج تک حضرت عباسؓ یا عبداللہ بن عباس کا نام کیوں نہیں لیا جاتا۔ بہرحال ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ کو اپنے موقعہ پر خلافت ملی۔ اپنی قابلیت اور استحقاق کی وجہ سے ملی نہ کہ رشتہ داری کی وجہ سے اس سے قبل کسی نے ان کی حق تلفی نہیں کی وہ اپنے کمالات، شرافت ونجابت کی وجہ سے خلیفۃ المسلمین بنے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کو قیصریت و کسرویت بنا کر اسے بدنام کر بیٹھیں۔ معاذ اللہ کیا یہ اسلام کی بدنامی ہوتی یا نیک نامی؟

حضورؐ نے خلافت تو کیا اپنی میراث میں بھی اتنی احتیاط برتی کہ اپنی اولاد اور خاندان کو میراث سے بھی محروم کر دیا۔ تاکہ کل کسی کو زبان درازی کا موقعہ نہ ملے۔ کہ حضورؐ نے سب کچھ قربانیاں اپنی اولاد کو امیر بنانے کے لئے کیں۔ ارشاد فرمایا نحن معاشر الانبیاء لا نورث ماترکناہ صدقۃ الحدیث[1] ہم انبیاء کی جماعت

---

[1] وذلک الخبر متواتر لانہ رواہ الصدیق والفاروق وذوالنورین وسعد و

(باقی صفحہ ۶۱ پر)

میراث نہیں چھوڑتی۔ کوئی ہمارے ترکے کا وارث نہیں بنتا۔ بلکہ جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ تمام اُمت کا حق اور امت کے بہبود کے لئے ہے علماء کرام نے اس کے کئی نکتے بیان کئے ہیں۔ ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ تمام امت حضورؐ کی روحانی اولاد ہے۔ آج بھی الحمد للہ نام لیوا مسلمان حضورؐ کی روحانی ذریّت ہے۔ اور ان میں اکثر ایسے ہیں۔ جو ناموس رسالت پر جان قربان کرنے والے ہیں۔ اور حضورؐ انہیں مال وجان سے زیادہ عزیز ہیں۔ النبیؐ اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امھاتہم۔ تو حضورؐ اپنے ترکے کو اپنے خاندان میں محدود نہیں کرنا چاہتے تھے۔ گو حضورؐ نے معمولی ترکہ چھوڑا۔ مگر اسے بھی بیت المال بنا کر تمام امت کو اس میں شریک کیا۔ تو جب معمولی میراث میں تمام امّت کو شریک کیا۔ تو خلافت عظمیٰ جیسی عظیم دولت اپنے خاندان میں کب محدود فرماتے آج کتنے لیڈر ہیں ابتداء میں غریب وفقیر چند دن جیل میں رہے اور قوم کی خدمت کے نعرے لگائے اور جھٹ وزارت وگورنری حاصل کی اور تمام خاندان مزے کرنے لگا۔ اگر پیغمبر بھی ایسا کرتے تو موجودہ لیڈروں میں اور ان میں کیا فرق رہتا۔

(حاشیہ صفحہ ۶۰ سے آگے) عبد الرحمان بن عوف وعائشۃ وابوھریرۃ وغیرھم من الصحابۃ بطرق متعددۃ وکذلک رواہ علی وعباس حیث قال لھما عمرؓ انشدکما اللّٰہ تعالیٰ ھل تعلمان ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ذلک قالا نعم قد قال ذلک الحدیث وتصدیقھما کانھما رویا الحدیث علی ان ذلک القصۃ کانت بحضر من الصحابۃ ولم یرد من احد اختلاف ولا ردّ ولا نکیر فذلک یوید تواتر الخبر بلا ریب ومریۃ۔

حضورؐ نے اپنے خاندان کیلئے میراث بھی نہ چھوڑی

اگر خیبر و فدک کی زمینیں شیعہ حضرات کی خواہش و قول کے مطابق حضرت علیؓ و حضرت حسینؓ و حضرت حسنؓ کو دے دی جاتیں تو آج یہی مخالفین شور مچاتے کہ حضور نے معاذ اللہ اتنی جدوجہد اور قربانیاں کر کے بالآخر اپنے خاندان اور اولاد کو دولتمند بنایا تو حضورؐ نے ان تمام غلط فہمیوں کی جڑیں کاٹ دیں۔ ورنہ حضورؐ حاکم اور متولی تھے۔ بلکہ مالک تھے۔ مگر نبی جو کچھ کرتا ہے، اللہ کے لئے کرتا ہے۔ تمام امت کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے کرتا ہے۔ ان اجری الا علی ربّ العالمین۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّی زندگی اور پھر مدنی زندگی کو بھی دیکھئے کس شان سے زندگی گذاری۔ تمام ملک پر سلطنت حاصل ہوئی۔ لاکھوں جریب زمین تصرّف میں آئی۔ مگر وصال کے وقت زرہ مبارک ایک یہودی کے ہاں چند صاع جو میں گروی تھی۔

ازواج مطہّرات اور اہل بیت نے فاقوں پر فاقے گذارے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ بسا اوقات مہینہ مہینہ تک گھر میں چولہے سے دھواں تک نہ اٹھتا

حضورؐ کی فقر و قناعت اور للّٰھیت

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضورؐ کی لختِ جگر ہیں۔ گھر کا کام کاج کرتے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ اور جب ایک موقعہ پر مالِ غنیمت میں باندیاں آئیں تو حضرت فاطمہ نے بھی استدعا کی۔ مگر حضورؐ اسے اجر آخرت اور قناعت و صبر کی تلقین فرماتے ہیں[1]۔ اپنے

---

[1] (اگلے صفحہ ۶۳ پر دیکھئے)

وارثوں کے لئے ایک پائی بھی نہ چھوڑی ۔ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اتنی پاک وصاف اور زندگی اتنی بے داغ ہے ۔ مگر اب اسلام و اہل بیت کے عشق کے رنگ میں اسلام اور حضورؐ کی شان گھٹانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں ۔ اور اس کے لئے کیا کیا طریقے سوچے گئے ۔ علماء حق نے ہر زمانہ میں اس کی قلعی کھولی اور رافضیت کی حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اپنے وقت میں خوب مقابلہ کیا ۔ ان کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ دیکھئے آپ کو عجیب وغریب انکشافات ہو جائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی شان کو ہر طرح بلند وارفع بنا دیا اور آپ کی حیات مقدسہ کو ہر قسم کے داغوں سے پاک کر کے رکھ دیا ۔ تاکہ مخالفین کو انگلی اٹھانے کا موقعہ نہ ملے ورنہ وہی قیصریت وکسرویت کی صورت بن جاتی ۔ آج ملکہ الزبتھ خاندانی نام سے سلطنت کر رہی ہے ۔ یہ لوگ اسلام کو بھی یورپ کے شاہی خاندان کی رسومات جاہلیت کی طرح بدنام کرنا چاہتے ہیں ۔ بہر تقدیر حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے ۔ جب وہ دنیا سے تشریف لیجا رہے تھے ۔ تو نہ اپنے خاندان کے کسی فرد کو خلافت سونپی نہ اپنے بیٹوں کو

(حاشیہ صفحہ ۶۲) ؎ وعن علی قال لها النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔ اتقی اللّٰہ یا فاطمہ وادّی فریضۃ ربّک واعملی عمل اهلک واذا اخذت مضجعک فتسبّحی ثلثًا وثلاثین واحمدی ثلاثا وثلثین وکبّری اربعًا وثلاثین فذلک مائۃ هی خیرٌ لک من خادم ۔ الحدیث فاجابت وصیت من اللّٰہ ومن رسولہ صلعم وقال علی ولم یجد بها والحدیث اخرجہ الصحاح غیر النسائی بسندٍ جیدٍ

خلفاء راشدین کا طرزِ عمل اور سنت کی پیروی

جانشین بنایا۔ ورنہ قابل و لائق فرزند حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر۔ حضرت محمد بن ابی بکرؓ موجود تھے۔ مگر حضرت عمرؓ کو اہل ترین سمجھ کر یہ عظیم ذمہ داری استحقاق و قابلیت کی بناء پر سپرد کی۔ حضرت عمرؓ نے بھی وصال کے وقت خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ ایک مجلس کو سپرد کیا جن میں عشرہ بشرہ کے ۶ افراد شامل تھے۔ حالانکہ عبداللہ بن عمر جیسے متبع سنت عالم و فاضل بزرگ و متقی قابل فرزند موجود تھے۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اس مجلس میں نامزد کر دیا تھا۔ اور اپنے بیٹے کے بارہ میں یہاں تک وصیت کی کہ گو اُسے مشورہ میں شریک کر لیا جائے۔ مگر اس کو رائے دینے کا حق نہ ہوگا۔ اتنی احتیاط۔ اگر حضرت عمر کو خلافت کا اتنا شوق ہوتا۔ کہ خواہ مخواہ ناجائز طریقہ سے خلافت پر قبضہ جمائے بیٹھے تھے۔ تو اپنے بیٹے کو خلیفہ نامزد کر دیتے۔ پھر ان کے بعد حضرت عثمان خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے بھی اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا۔ اسی طرح جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ابن ملجم لعین نے حملہ کیا تب بھی آپ نے خلافت کے لئے اپنے کسی بیٹے کا نام نہ لیا۔ سب نے حضورؐ کے اس اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھا اور اس کی شدت سے پیروی کی۔ اب جب حضرت معاویہؓ کی حکومت کا دور آیا تو یزید کے دل میں امارت کی خواہشات[1] پیدا ہوئیں۔ حالات بدل چکے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ

---

[1] حضرت شیخنا الامام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ مکتوبات میں امارت یزید کے بارہ میں فرماتے ہیں: اس کے متعلق (یعنی یزید کی امارت کیلئے حضرت معاویہؓ کی کوشش) کہ آیا ایسی

(باقی صفحہ ۶۵ پر)

نے یزید کی اصلاح اعمال اور اصلاح اخلاق کے لئے تمام ممکن کوششیں کیں۔ حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید تخت پر براجمان ہوا۔ کہ جب میرے والد خلیفہ تھے تو میرا بھی حق ہے۔ جب حضرت حسینؓ نے دیکھا کہ جو سنت حضورؐ کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ یزید اس کو مٹا رہا ہے۔ خلفاء راشدین کے اسوۂ حسنہ کے خلاف ایک نئی بدعت رائج کر رہا ہے۔ تو میدان میں کود پڑے۔

حضرت حسینؓ حفاظتِ سنتِ نبویؐ کی خاطر شہید ہوئے

تو حضرت حسینؓ کی جدوجہد اپنے لئے حکومت و خلافت حاصل کرنے کے لئے نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے صاف فرما دیا۔ کہ قیصریت و کسرائیت کا طریقہ عجم اور کفار کا طریقہ اسلام

(حاشیہ صفحہ ٦٤ سے آگے) مستند تاریخی روایات موجود ہیں۔ جن کو ان روایاتِ صحیحہ اور نصوصِ قرآنیہ کے مقابل لایا جا سکے جو کہ علو شان صحابہ کرام پر دلالت کرتی ہیں؟۔ یقیناً ایسی روایات نہیں ہیں۔ اس لئے کیوں نہ کہا جائے۔ کہ خود حضرت معاویہؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ خود یزید اور اس کے اعوان نے اس کے لئے کوشش کی۔ یہ لوگ متقی نہ تھے۔ اور ملوکیت پسند تھے۔ عام مسلمان اور بالخصوص اہل حجاز اس کے خلاف تھے۔ اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خواہش یا سعی اس کے لئے ہوتی تھی۔ تو جب کہ حسبِ شروطِ صلح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ان کی وفات ہو چکی تھی تو پھر اب ان عہود و مواثیق کی رعایت باقی ہی نہیں رہی تھی۔ جو کہ بحیثیت صلح ضروری تھیں اب اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا رہ گیا تھا۔ حضرت شیخؒ نے آگے فرمایا۔ کہ یزید کو متعدد بار محاصرہ جہاد میں بھیجنے اور جہاز اسپین

(باقی صفحہ ٦٦ پر)

میں کیوں داخل ہوتا ہے۔ تو گویا آپ قیصریت و کسرویت کے اس بُت کو توڑنے کے لئے میدان میں اترے اور اپنے محبوب نانا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقے کو زندہ کرنا اور خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کو برقرار رکھنا آپ کا مقصد تھا۔ اور اس کے لئے حضرت حسین رضؓ نے قربانی دی۔ خلافت حاصل کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اسلام کے دامن کو دھبوں سے صاف رکھنے اور احیاءِ سنت کی خاطر مال و جان قربان کر دیا۔ اپنے نانا کی ایک ایک سنّت پر مر مٹنے والے تھے۔ اب وقت زیادہ گذر گیا ہے ——

خلاصۂ بیان | مجھے یہ کہنا تھا۔ کہ خدارا ان مقدّس اور بابرکت ایام میں یزیدیوں کے طور طریقے نہ اپنایئے۔ سینہ کوبی یا رپیٹ

(حاشیہ صفحہ ٦٥ سے آگے) اور بلادہائے ایشیائے کوچک کے فتح کرنے حتیٰ کہ خود استنبول پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ معارکِ عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ اس کے فسق و فجور کا علانیہ ظہور ان (معاویہؓ) کے سامنے نہ ہُوا تھا۔ اور خفیہ جو بد اعمالیاں وہ (یزید) کرتا تھا۔ اس کی ان کو اطلاع نہ تھی۔ ایک وہ شخص (معاویہؓ) جو کہ فقیہ فی الاسلام ہے بسبب دعوات مستجابہ ہادی اور مہدی ہے۔ والذین معہ اشداء علی الکفار الآیۃ اور ولکن اللہ حبب الیکم الایمان کا مظہر کنتم خیر امۃ (الآیۃ) اور اصحابی کالنجوم (الحدیث) اللہ اللہ فی اصحابی (الحدیث) احادیث و آیات کا مورد ہے۔ کیا وہ کسی مجاہر بالفسق والعصیان کو عالمِ اسلامی کی رقابت اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کر سکتا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ آگے چل کر فرماتے

(باقی صفحہ ٦٧ پر)

رونا پیٹنا۔ یہ سب یزیدی کام مت کیجئے۔ اور نہ اس میں کسی طریقے سے شمولیّت کیجئے۔ یہ طریقے اسلام کے خلاف ہیں۔ محبت اہل بیت رسولؐ کے نام پر سنت رسولؐ کو مٹایا جارہا ہے۔ بڑے اولوالعزم جلیل القدر صحابہ کا احترام دل سے نکالا جارہا ہے۔ اور نفرت پیدا کی جارہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے صحابہ کے بارہ میں برائی سے بچو۔ بلاشبہ جن لوگوں کو حضور کی محبت اور دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ اُن کا مقام بہت اونچا ہے۔ اگر کسی نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت اسلام دُور سے بھی ایک نظر دیکھا تو اس کا درجہ قطبیّت اور ابدالیت اور ولایت کے تمام مقامات سے بدرجہا زیادہ ہے۔ غالباً حضرت

(حاشیہ صفحہ ۶۶ سے آگے) ہیں۔ بہرحال صحابہ کرامؓ کے متعلق حسن ظن جس کے لئے نصوص متعددہ وارد ہیں کسی حال میں چھوڑا نہیں جاسکتا خود یزید کے متعلق بھی تاریخی روایات مبالغہ اور آپس کے تخالف سے خالی نہیں ہیں۔۔۔۔ حضرت علی فرماتے ہیں ونزعنا ما فی صدورھم الآیۃ کے مصداق ہیں اور معاویہؓ ہوں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۵۰-۲۵۱) اور حضرت معاویہؓ کے بارہ میں یہی خیال حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی کا ہے۔ قاسم العلوم ص ۲ / ۱۳ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ تا وقتیکہ امیر معاویہؓ یزید پلید را ولیعہد خود کردند فاسق معلن نہ بود اگر چیزے کردہ باشد در پردہ کردہ باشد کہ حضرت امیر معاویہ را ازاں خبر نبود۔

(بقیہ ضمیمہ ص ۸۳ دیکھئے) مضمون حضرت معاویہ کا مقام و منزلت

امام غزالیؒ یا کسی دوسرے بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام بلند ہے۔ یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت معاویہؓ نے جس گھوڑے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب میں جہاد کیا۔ اُس گھوڑے کی نتھنوں میں گرد و غبار ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اُس گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بلاشبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ مجدد اول اور اس کے مستحق ہیں۔ کہ انہیں خلفاء راشدین میں شمار کیا جائے۔ مگر صحابیت کا مقام بہت آگے ہے۔ حضرت معاویہؓ کا شان بہت اونچا ہے۔ حضور کی زوجۂ مطہرہ ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے بھائی ہیں۔ حضورؐ کے جاں نثار خادم اور کاتب وحی ہیں۔ یزید نے جو کچھ کیا اُس کی ذمہ داری یزید پر ہے۔ اس کا بوجھ والد پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ یہ تو خدا کی شان ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام سے کنعان کو پیدا فرمایا اور آزر بت پرست سے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو۔

تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی۔ نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور مردے کو زندے سے۔ حضرت معاویہؓ کا بیٹا اگر مجرم ہے۔ تو اسے جانے دو۔ ہمیں اُس سے نفرت ہے۔ مگر حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی دیگر صحابہ کو کیوں بدنام کریں اور انہیں ظلم کا نسبت کریں جس نے بارہا پیغمبرؐ کی رکاب کو پکڑا، وحی کی کتابت فرمائی۔ جہادوں میں شریک ہوئے تو ایسے شخص کا بیٹا اگر مجرم ہو تو اس کے باپ کو کیوں ملزم گردانیں۔

مسلک اعتدال | ہم اہل سنت والجماعت حضرات شیخین حضرت

ابوبکر صدیقؓ وحضرت عمر فاروقؓ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ اور حضرات ختنین دونوں داماد حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی بزرگی وکرامت کے قائل ہیں۔ اور اُن سے محبت رکھتے ہیں۔ غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یا کسی دوسرے بزرگ نے ایسے ہی موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا کہ "جس خون سے خداوند تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو بچایا ہم اتنے عرصہ بعد اُس خون سے اپنی زبان کو کیوں آلودہ کریں۔"

چاروں حضرات خلفاء راشدین کا حضورؐ سے بہت قریبی رشتہ ہے۔ دو خسر ہیں اور دو داماد ہیں۔ اگر حضورؐ کے ساتھ محبت ہے تو صحابہ کے ساتھ بھی ہماری محبت ہو گی۔ حضورؐ نے فرمایا جس نے صحابہ کی عزّت کی اس نے میری عزّت کی۔ اور جس نے انہیں صدمہ پہنچایا۔ اُس نے مجھے تکلیف دی۔ اب میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں فتنوں سے بچائے اور حضورؐ، اُن کے صحابہ کرام کی محبت نصیب فرماوے تاکہ ارشادِ نبویؐ المرءُ مَعَ مَنْ احبّ کی بنا پر ہمیں آخرت میں ان کی رفاقت حاصل ہو سکے۔ اور آخر میں اپنے فوجی بھائیوں سے عرض کروں گا۔ کہ آپ لوگ ملک کی حفاظت و مدافعت جیسے مبارک اور اہم کام پر مامور ہیں۔ اگر اپنی جدو جہد اور کوششوں میں اخلاص پیدا کریں اور یہ نیت ہو کہ اسلام کی بلندی اور دشمنانِ اسلام کے مقابلے کے لئے تیاری اور ملک کی مدافعت کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ تو یقیناً تمہارا یہ عمل جہاد ہو گا اور مجاہدین کا اجر ملے گا۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمدٍ واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

ضمیمہ نمبر ۱

"بیان" تعدیل الصحابہ وتوجیہ مشاجراتھم "

"ولا ینتقص احدًا منھم الا زندیق "

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھم عدولٌ تبعدیل اللہ ورسولہ لھم ولا ینتقص احدًا منھم الا زندیق واما مشاجراتھم فالحق فی ذلک کما نقلہ الشاہ ولی اللہ الدھلوی امام الھند وفیلسوف الاسلام عن النووی بقولہ واما معاویہؓ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء واما الحروب اللتی جرت (ای بین معاویہ وعلی) فکانت لکل طائفۃ شبھۃ اعتقد تصویب انفسھا بسببھا وکلھم عدول ومتاولون فی حروبھم ولم یخرج شیئ من ذلک احدًا منھم من العدالۃ لانھم مجتھدون اختلفوا فی محل الاجتھاد کما یختلف المجتھدون بعدھم فی مسائل الدنیا وغیرھا ولا یلزم من ذلک نقص احدھم — الی ان قال — فکلھم معذورون رضی اللہ عنھم ولھذا اتفق اھل الحق ومن یعتد بہ فی الاجماع علی قبول شھاداتھم ورواياتھم وکمال عدالتھم — وقال سیدنا الامام عبد القادر الجیلی فی الغنیۃ : فقد نص الامام احمد علی الامساک من ذلک وجمیع ما شجر بینھم من منازعۃ ومنافرۃ

وخصومة لان الله تعالیٰ یزیل ذلك من بینهم یوم القیامة کما قال عزّ من قائل ونزعنا ما فی صدورهم من غلّ اخواناً علی سرر متقابلین. انتهیٰ۔

وکما قال صاحب شرح العقائد وما وقع بینهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاویلات فسبّهم والطعن فیهم ان کان مما یخالف الادلّة القطعیة فکفر کقذف عائشة والّا فبدعة وفسق۔

وقال الامام الحافظ ابن حجر العسقلانی ما حاصله ان کل من ینقص فی الصحابة فهو یبطل القرآن والسنة فهم احق بأن ینقصوا وینتقد والان کل احدٍ من مبغضی الصحابة زندیق (الاصابة) وقد وسیة اصحاب محمد صلی الله علیه تشهد بها التوراة والانجیل انظروا (استثناء باب ۳۳ م ۲ تورات) " وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدوسیوں میں سے آیا اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں " صدق الله العلی العظیم وذلك مثلهم فی التوراة والانجیل۔

وقال شیخنا الامام شیخ العرب والعجم الشیخ حسین احمد المدنی قدس سرہٗ ما نصه۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں۔ وہ قطعی ہیں۔ جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں۔ وہ اگرچہ ظنی ہیں مگر ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں۔ کہ تواریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں۔ اس لئے اگر کسی تاریخی بات میں اور آیات واحادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہے ــــــ آگے چل کر ارشاد فرمایا : صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)

اگرچہ معصوم نہیں ہیں۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ان کی روحانی اور قلبی اس قدر اصلاح ہو گئی ہے۔ اور ان کی نسبت باطنیہ اس قدر قوی ہو گئی ہے۔ کہ مابعد کے اولیاء اللہ سالہا سال کی ریاضتوں سے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اجماع امت ہر ہر صحابی کی افضلیت کا بعد والوں پر ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا۔ کہ عمر بن عبد العزیز افضل ہیں۔ یا معاویہ (رضی اللہ عنہم) تو فرمایا کہ امیر معاویہ کے اس گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پہ سوار ہو کر انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۴۲، ۲۴۳)

احترام و تعدیل صحابہؓ کے ختم ہو جانے کی صورت میں جو عظیم مہلک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ اس پہ بحث کرتے ہوئے مکتوبات ج ثانی ص ۲۶۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"انہیں کے اعتماد اور ثقاہت پر پیچھے آنے والوں کے لئے اسلام کا مدار ہے۔ اگر معاذ اللہ یہ اولین اساتذۂ اسلام غیر قابل اعتماد ہوں گے تو تمام عمارت دین بالکل ڈھ جائے گی۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نے ان کی جگہ جگہ پر تعدیل کی ہے۔ بیشمار آیات اور احادیث اور کتب سابقہ ان کو معتمد علیہ قرار دیتے ہیں۔ اور زوردار الفاظ میں ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے تمام انسانوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام

دینی اصول و فروع ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔" (انتہیٰ نفظہ)

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے جگہ بجگہ صحابہ کرام کے اس نازک ترین مقام پہ توجہ دلائی ہے۔ فرماتے ہیں صحابہ کے متعلق کوئی ایسا تذکرہ ایسے انداز میں کہ جس میں ذرا بھی ایہام بے وقعتی ہو یا اُن کی جلالت شان کے منافی ہو۔ حضرت اقدس کی رسالت کے فائدہ کو کم کر دینے والا ہے۔ خبردار احتیاط کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میرے صحابہ کا ذکر آئے تو خاموش ہو جاؤ۔

اپنے مکتوبات خالدہ کے ایک دوسرے طویل مکتوب میں (بنام خواجہ محمد تقیؒ) فرماتے ہیں:

"اے مخاطب بہت زیادہ پرہیز کر اکابر دین پر طعن کرنے سے اور معتقدایان اسلام کی برائی کرنے سے وہ اکابر دین جنہوں نے اپنی پوری طاقتوں کو صرف کیا ہے۔ کلمۂ اسلام کو بلند کرنے اور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی نصرت و حمایت میں اور جنہوں نے اپنے مالوں کو خرچ کیا ہے۔ تائید دین میں رات دن خفیہ اور علانیہ اور جنہوں نے حب رسول کی خاطر اپنے کنبے برادری کو چھوڑا......... یہ وہ ہیں۔ جو شرف صحبت سے مشرف ہیں۔ اور صحبتِ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں رہ رہ کر برکات نبوت سے بہرہ مند ہوئے وحی اُن کے سامنے آئی جبرئیل علیہ السلام کی حاضری اُن کی موجودگی میں ہوتی تھی۔ اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے خوارق و معجزات رسولؐ کو دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عینی ہو گیا اور ان کو یقین کی وہ دولت عطا ہوئی جو ان کے

بعد کسی کو نہیں ملی یہاں تک کہ دوسروں کا کوہ احد کے برابر سونا خیرات کرنا ان کے ایک مُد یا نصف مُد جَو کے اجر کے برابر بھی نہیں ہے۔ یہ وہ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ فرمایا اور دوسری جگہ انجیل کے حوالہ سے فرمایا گیا ہے۔ ومثلهم فی الانجیل کزرع الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ سے جلنے والوں کو "الکفار" فرمایا ہے۔ پس صحابہؓ سے جلن اور کینہ اور غصہ سے اسی طرح پرہیز کرنا ضروری ہے جس طرح کفر سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (انتہیٰ لفظہٗ) ماہنامہ الفرقان ۳۰ شمارہ ۵

امام حافظ محدث ابوبکر بن خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب الکفایہ میں تعدیل صحابہ کے بارے میں نفیس بحث کی ہے۔ جسے شیخ الاسلام امام حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (۷۷۳ - ۸۵۲ھ) نے اپنی جلیل القدر کتاب "الاصابۃ" کے مقدمہ میں بھی نقل فرمایا ہے۔ حافظ ابوبکر بن الخطیب البغدادی نے حافظ ابوزرعۃؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

اذا رایت الرجل ینتقص احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہٗ "زندیق"

لان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عندنا حق والقرآن حق وانما ادی الینا ھذا القرآن والسنن اصحابُ رسول اللہ وانما یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ والجرحُ بھم اولیٰ وھم "زنادقۃ" (ملاحظہ ہو الکفایۃ ص۴۶ تا ص۴۹ نیز الاصابۃ ج ۱ ص۱۱)

شیخ قاضی ابوبکر بن عربی م ۵۴۳ھ نے صحابہ کرام کی تعدیل اور موقف کے بارہ میں ایک مستقل کتاب "العواصم من القواصم فی تحقیق مواقف الصحابة

بعد وفاۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام" کے نام سے تصنیف کی جو بلاشبہ صحابہ کرام کے محاسن ومناقب اور ان کی شانِ پاکیزہ کے بارہ میں حجۃ قاطعۃ ہے۔ قرآن کریم نے جس شد ومد سے صحابہ کرام کے فضائل ان کے مقاماتِ عالیہ اور تعدیل وطہارۃ اور قطعیۃ سے اُن کے اساسی مقام اور نزاہۃ کو ثابت اور واضح کیا، قرآنِ کریم کی کوئی سورۃ بلکہ صفحہ اُس سے خالی نہیں۔

یہاں ہم قرآنِ مجید کی چند آیات نقل کرتے ہیں۔ خدا اور رسولؐ کی تعدیل کے بعد کسی دوسرے قول ودلیل کی ضرورت نہیں۔

الصحابۃ فی القرآن

(۱) فمن ذلک قولہ تعالیٰ تبجیلاً لشان الصحابۃؓ

(والسابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار والذّين اتبعوھم باحسانٍ رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ واعدّ لھم جنّٰت تجری تحتھا الانھر خلدین فیھا ابداً ذلک الفوز العظیم)

(۲) وقال ولم یزل قائلاً کریماً (محمدٌ رسول اللّٰہ والذین معہ اشدّاء علی الکفار رحماءُ بینھم۔)

(۳) وقال اللّٰہ تعالیٰ ثقۃً بالصحابۃ وتزکیۃً لھم (ولکن اللّٰہ حبّب الیکم الایمان وزیّنہٗ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفرو الفسوق والعصیان اولٰئک ھم الرّاشدون)

(۴) وقال تعؔ فی نزاھتھم (للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من

دیارهم واموالهم یبتغون فضلاً من اللّٰه ورضواناً وینصرون اللّٰه
ورسولہٗ اولئٰک هم الصادقون)

(٥) والذّین تبوّؤا الدار والایمان من قبلهم یحبّون من هاجر الیهم
ولا یجدون فی صدورهم حاجۃً ممّا اوتوا ویوثرون علی انفسهم
ولوکان بهم خصاصۃ ومن یوق شحّ نفسہٖ فاولئٰک هم المفلحون)

(٦) وقال تعالیٰ فی رسوخ ایمانهم
لا تجد قوماً یؤمنون باللّٰه والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰه
ورسولہٗ ولوکانوا اٰباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشیرتهم اولئٰک
کتب فی قلوبهم الایمان وایدهم بروح منہٗ)

(٧) وقال تعالیٰ المطّلع علی بواطنهم
(لقد رضی اللّٰه عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ
فعلم ما فی قلوبهم فانزل السکینۃ علیهم واثابهم فتحاً قریبا)

(٨) وقال تعالیٰ ثقۃً بهم
(وکذٰلک جعلناکم امّۃً وسطاً لتکونوا شهداء علی الناس
ویکون الرسول علیکم شهیدا)

(٩) وقال عزّوجلّ (کنتم خیر امّۃ اخرجت للناس)

(١٠) وقال تعالیٰ ترضیۃً للصحابۃ (والسابقون الاوّلون من المهاجرین
والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنہٗ)

(١١) وقال تعالیٰ (والسّابقون السابقون اولئٰک المقرّبون فی جنات النعیم)

(١٢) وقال تعالیٰ (یوم لایخزی اللہ النبیّ والذین آمنوا معہٗ نورہم یسعیٰ بین ایدیھم وبایمانھم)

(١٣) وقولہ تعالیٰ (اولئک ہم المؤمنون حقالھم درجات عند ربھم و مغفرۃ ورزق کریم)

(١٤) وقولہ تعالیٰ شاکرًا المجاھداتھم (لکن الرسولُ والذین آمنوا معہٗ جاھدوا باموالھم وانفسھم ط واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون)

(١٥) وقال تعالیٰ لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر)

(١٦) وقولہ تعالیٰ (ولقد عفی اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم)

(١٧) وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیرا)

(١٨) وقال عزوجل (فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیئاتھم ولادخلنھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھر)

(١٩) (ولاتطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ)

(٢٠) واذاجاءک الذین یومنون بایٰتنا فقل سلامٌ علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ انہٗ من عمل منکم سوء بجھالۃ ثم تاب من بعد واصلح فانہٗ غفور رحیم)

(٢١) (اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ماعملوا ونتجاوز عن

سیّاٰتھم فی اصحاب الجنۃ وعد الصدق الذی کانوا یوعدون)

(۲۲) (والذی جاء بالصدق وصدّق بہ اولئک ھم المتّقون لھم ما یشاء ون عند ربھم ذلک جزاء المحسنین لیکفر اللّٰہ عنھم اسوأ الذی عملوا ویجزیھم اجرھم باحسن الذی کانوا یعملون)

الصحابۃ فی الحدیث

حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی بسط وتفصیل سے صحابہ کرام کا وصف فرمایا۔ اور صحابہ کی تعظیم اور ستائش اور قدر و منزلت کے بارہ میں بارہا امّت کو تبلیغ و تلقین فرمائی۔ اس بارہ میں جو روایات واحادیث موجود ہیں۔ اُس کا تین چوتھائی حصّہ بھی تواتر اور قطعیّتِ اخبار کے لئے کافی ہے یہاں ہم چند احادیث نقل کرتے ہیں جس سے ان کا معیارِ حق اور میزانِ عدل و انصاف ہونا بیّن اور واضح ہوتا ہے۔

(۱) فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام (علیکم بسنّتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیّین عضوّا علیھا بالنواجذ)

(۲) وقولہ "ما انا علیہ واصحابی"۔

(۳) وقولہ علیہ السلام تکریمًا لشان الصحابۃ "اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم۔"

(۴) وقولہ علیہ السلام فی حدیث عبد اللّٰہ بن مسعودؓ ان النبی علیہ السلام قال (خیر امّتی قرنی ثمّ الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیٔ یومٌ

تسبق ایمانهم شهادتهم ویشهدون قبل ان یستشهدوا)

(۵) وقال وقایةً لاعراضهم (لاتسبّوا اصحابی ـ فوالذی نفسی بیده لوانفق احدکم مثل احدٍ ذهبًا ما ادرک مدّ احدهم ولانصیفه)
رواه ابو سعید الخدری رض۔

(۶) وقوله بابی وامّی وعوضنی علیه السلام (اکرموا اصحابی فانهم خیارکم)
رواه النسائی۔

(۷) وقوله علیه السلام (لاتمسّ النار مسلمًا رآنی اورای من رآنی)
رواه الترمذی۔

(۸) وقوله (علیکم بالذّین من بعدی ابی بکر وعمر)
(ومن الاخبار المستفیضة عن النبی علیه السلام فی هذا المعنی ما نقله الحافظ العسقلانی رح فی الاصابة (ج ا ص ۱۰ ـ ۱۱) نقلًا من الکفایة للخطیبؒ (۴۶ ـ ۴۹)

(۹) قوله علیه السلام مهما اوتیتم من کتاب الله فالعمل به لاعذر لاحدکم فی ترکه فان لم یکن فی کتاب الله فسنّة منّی ماضیة فان لم یکن سنة منی ماضیة فما قال اصحابی، ان اصحابی بمنزلة النجوم فی السماء فایّما اخذتم به اهتدیتم، واختلاف اصحابی لکم رحمة) حدیث ابن عباس رض۔

(۱۰) وحدیث سعید بن المسیب عن عمر رض بن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم (سالت ربّی فیما اختلف فیه اصحابی من

بعدی ، فاوحی اللّٰہ الیّ ، یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا اضوأ من بعض فمن اخذ بشئی مماھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علی ھدًی)

(۴) وحدیث الامام الشافعیؒ بسندہٖ الی انسؓ بن مالک قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (انّ اللّٰہ اختارنی واختار اصحابی فجعلھم اصھاری وجعلھم انصاری وانہٗ سیجئ فی آخر الزمان قومٌ ینتقصونھم ، الا فلا تناکحوھم الا فلا تنکحوا الیھم الا فلا تصلوا علیھم، علیھم حلّتِ اللعنۃ)

یہی اور اس قسم کے بے شمار نصوص ہیں جس کی وجہ سے اہل سنت صحابہ کرام کی عدالت اور ان کی صداقت وثقاہت کو دین کا اہم اساسی بنیاد مانتے ہیں جن کے مبارک شانوں نے دین کا بوجھ اٹھا کر آئندہ نسلوں تک ہدایت کی روشنی پہنچائی۔ بس بلاشبہ ان کے فضائل قطعی اور متواتر ہیں۔ ایسے قطعی جو فیروز ابولؤلؤ کے شاگردوں اور ابن سبا کے مریدوں کے دسیسہ کاریوں اور من گھڑت افسانوں سے مشکوک نہیں ہو سکتے اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ یہ درست نہیں کہ وہ ایسی منقولات سے رد ہو جائیں جن میں سے بعض منقطع بعض محرّف ہیں اور بعض ایسی روایات جن سے ثابت شدہ حقائق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ہم کو کتاب وسنت اور اپنے پیش رُوں کے اجماع اور ان کی مؤید اور متواتر روایات اور عقلی دلائل سے اس بات کا یقین ہو چکا ہے۔ کہ صحابہ کرام انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل الخلق تھے۔ اس یقینی ومتواتر

چیز پر ان امور کا اثر نہیں پڑ سکتا۔ جو مشکوک و مشتبہ ہیں۔ چہ جائیکہ جن کا باطل ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۲۰۹ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲) اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کیا خوب فرمایا کہ :

فمن استقرأ اخبار العالم فی جمیع الفرق تبیّن لہ انہ لم یکن قط طائفۃ اعظم اتفاقاً علی الھدیٰ والرشد والعبد عن الفتنۃ والتفرق والاختلاف من اصحاب رسول اللہ الذین ھم خیر الخلق بشہادۃ اللہ لھم بذلک الخ	جس شخص نے دنیا کے حالات و واقعات کا مطالعہ کیا ہے اور تتبع کی ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ کوئی گروہ ایسا نہیں گذرا جو ہدایت و ارشاد پر صحابہ سے زیادہ مجتمع اور تفرق و اختلاف سے ان سے زیادہ دور ہو ان صحابہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے۔ الخ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۲۴۲ بحوالہ مذکور)

صحابہ کرام کی جانفشانیوں، اخلاص، علو ہمت، ایثار و جہاد اور ان نفوس قدسیہ کی برکات، و نورانیت کے بارہ میں ابن تیمیہؒ بڑے جوش سے لکھتے ہیں :

واما الخلفاء والصحابہ فکل خیر فیہ المسلمون الی یوم القیامۃ من الایمان والاسلام والقرآن والعلم والمعارف والعبادات ودخول الجنۃ والنجاۃ من النار وانتصارھم علی الکفار وعلو کلمۃ اللہ فانما ھو ببرکۃ ما فعلہ الصحابۃ الذین بلغوا الدین ...... وکل خیر فیہ الشیعہ وغیرھم فھو ببرکۃ الصحابۃ الخ

گو خطۂ ارض پر اس مقدس ترین برگزیدہ جماعت "خیار امۃ" کی تعدیل و تطہیر اور جذبات۔ مدافعت مجبور کر رہے ہیں۔ کہ اس موضوع پر گفتگو کا سلسلہ ان کے

مناقب و فضائل کی کثرت کی مانند کبھی ختم نہ ہونے پائے کہ ؂

وحدثتنی یا سعد عنہا فزدتنی
جنونًا فزدنی من حدیثك یا سعد

مگر تنگئ داماں کی وجہ سے اس پاکیزہ مجلس کو کسی دوسری فرصت پر اٹھائے رکھتا ہوں۔ امام شعبیؒ نے اس مقدس جماعت کی محبت میں کیا خوب فرمایا جسے ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں نقل کیا۔ کہ ان کی محبت، ایمان کا مدار اور ان سے نفرت کرنے والے یہود و نصاریٰ سے بدتر ہیں اور یہود و نصاریٰ ان مبغضین صحابہ کے مقابلہ میں انبیاء کے زیادہ مرتبہ شناس اور قدر داں ہیں کہ یہودیوں سے پوچھا گیا۔ کہ تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت موسیٰ کے ساتھی اور اُن کے اصحاب عیسائیوں سے پوچھا گیا۔ کہ تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون ہے۔ انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ کے حواری اور روافض (بلکہ تمام منتقدین صحابہ)۔ پوچھا گیا کہ تمہاری ملت میں سب سے بدتر کون ہے انہوں نے کہا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان نیک بختوں کو حکم دیا گیا تھا صحابہ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کا انہوں نے ان کو سب وشتم کیا۔ (انتہیٰ قولہ)

بے شک کہ اولئك ابر الناس قلوبًا و اقلھم تکلفًا و اعمقھم علمًا و ایمانًا کے اولین مصداق جماعت کے احسانات سے بنی نوع انسان تاقیامت گراں بار رہیں گے۔ واللہ اعلم۔

سمیع الحق المتصدّع تبجیل اصحاب النبی علیہ السلام
احبّ الصالحین ولست منھم لعلّ اللہ یرزقنی صلاحًا۔

ضمیمہ نمبر ۲

حضرت معاویہؓ کا مقام و منزلت

دراصل بہت سے سطحی خیالات اور شیعہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے والے افراد کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں غلط فہمی ہوجاتی ہے اور حقائق سے چشم پوشی یا مخالفین کے شور و غل کی رو میں بہ کر اس جلیل القدر کاتب وحی صاحب تدبیر وسیاست، ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ کے بھائی جامع زہد و شریعت صحابی حضرت معاویہؓ کے بلند قابل فخر رتبہ اور نازک پاکیزہ مقام سے غفلت ہوجاتی ہے۔ ایسی غفلت اور چوک جس کی وجہ سے انسان قرآن وسنت کی تعدیل صحابہ کرام و تطہیر اصحاب عظام کے واضح نصوص سے غافل ہوجاتا ہے۔ اور وساوس شیطانی کے جال میں پھنس کر وعیدات خداوندی اور تہدیدات رسول کا مستحق بن جاتا ہے۔ گو حضرت معاویہؓ کے اونچے مقام فضیلت و مرتبت اور بعیت یزید کے لئے حضرت حجۃ الاسلام محمد قاسم نانوتویؒ اور محدث و امام جلیل حضرت شیخ مدنیؒ کے مذکورہ مختصر جملے کافی اور تسلی بخش ہیں۔ مگر ایک جلیل المرتبت صحابی کے رخ انور سے کذب و غلط بیانیوں کے سیاہ پردے ہٹانے کی خاطر ہم یہاں دیگر اساطین و اکابرین کے ارشادات نیز آخر میں حضرت امیر معاویہ کے مناقب و مقامات عالیہ مختصراً پیش کرتے ہیں۔

حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی نے حضرت سیّدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی رح کا کتنا عجیب مقولہ تحریر فرمایا کہ :

"از حضرت غوث الثقلین قدس سرہ منقول است کہ اگر در رہ گذر حضرت معاویہ بنشینم وگرد سم اسپ جناب بر من افتد باعث نجات می شناسم۔"

نیز حضرت تھانوی رح نے فرمایا کہ :

"معاویہ صحابی بن صحابی اند در صحابیت وفضیلت او کرا کلام ست مگر کہ رافضی باشد وبلقب "حضرت" وتحیۃ "رضی اللہ عنہ" او شان را یاد کردن شعار اہل سنّت والجماعۃ ست وکسیکہ در شان والائے ایشان طعنے یا تشنیع بر زبان آرد شعبۂ از رفض دارد وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ اللہ فی اصحابی الحدیث) وآنچہ مشاجرات ومنازعات فیما بین واقع شدہ این را بر محامل صحیحہ وتاویلات مقبولہ حمل تواں کرد۔۔۔۔

(امداد الفتاوٰی ج ۴ ص ۱۳۲)

اور فرمایا کہ پس ان کا اکرام اور محبّت واجب ہو گی۔ اور ان کو بُرا کہنا اور ان سے بغض ونفرت رکھنا یقیناً حرام ہو گا (امداد ج ۴ ص ۱۲۹)

امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول دوسرے مقام پر نقل کیا گیا ہے۔ کہ جب ان سے حضرت معاویہ وعمرو بن عبدالعزیز رح کے باہمی تقابل وفضیلت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ امیر معاویہ کے اس گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پر سوار

ہو کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے. عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں:

ولکن معاویۃؓ اجتمعت فیہ	حضرت معاویہؓ میں ہر قسم کے کمالات
خصال وھی ان عمر جمع لہ	جمع تھے اور یہ اس لئے کہ حضرت عمر
الشامات کلھا وافردہ بھا لما	نے ان کی پاکیزہ سیرت اور اسلامی
رای من حسن سیرتہ وقیامہ	شوکت کی حفاظت سرحدات کی
بحمایۃ البیضۃ وسد الثغور	مدافعت، لشکر کی اصلاح، دشمن
واصلاح الجند والظھور علی العدو	پر غلبہ اور ملکی نظم ونسق، سیاست
وسیاسۃ الخلق وقد شھد لہ	اور دیگر صلاحیتوں کو دیکھ کر انہیں
فی صحیح الحدیث بالفقہ وشھد	بہت بڑے بڑے کام سپرد کئے
بخلافتہ فی حدیث ام حرام الخ	اور صحیح حدیث میں ان کی فقاہت
(العواصم من القواصم ص۲۰۲ تا ۲۰۶)	اور ام حرام کی حدیث میں ان کی
	خلافت کی شہادت دی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت معاویہؓ کی قیادت اور حسن سیادت کی بدولت اسلام ایک عالمگیر قوت وطاقت بن گیا اور اسلامی فوجوں نے بر و بحر میں اسلام کے جھنڈے لہرائے۔ تاریخ اسلام میں بحری بیڑوں اور بحری لڑائیوں کا آغاز اور اسطول اسلامی کی تاسیس ان ہی کے ہاتھوں سے ہوئی۔

سعد بن ابی وقاص فاتح عراق و ایران کا قول ہے. انہ، ما رائی بعد

عثمان اقضیٰ بالحق من معاویہ (الحافظ بن کثیر عن لیث بن سعد م ۱۷۵ھ البدایۃ ج ۸ ص ۱۳۳) اسی طرح ابن کثیر نے البدایۃ (ج ۸ ص ۱۳۵) میں بڑے ثقہ اور اعلام رجال کے سند سے عبداللہ بن عباس کا قول نقل کیا ہے۔

"ما رأیت رجلاً اخلق بالملک من معاویہ" کیا کوئی شخص جو عادل و حکیم نہ ہو اتنی بڑی داد و تحسین کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اور کیا اتنی عظیم صلاحیتوں کے مالک کو امور عظیمہ سپرد کرنے پر حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کو ملامت کی جا سکتی ہے؟ اور ان سے قبل حضرت صدیقؓ بلکہ خود حضرت سرور کائنات علیہ السلام انہیں اہم ذمہ داریاں سپرد کر سکتے ہیں؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کیا خوب فرمایا: کانت سیرۃ معاویہ مع رعیتہ من خیار سیر الولاۃ وکان رعیتہ یحبونہ، وقد ثبت فی صحیح مسلم قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیار ائمتکم الذین تحبونہم ویحبونکم ویصلون علیکم وتصلون علیہم الخ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۸۹)

امام طبری نے قبیصہ بن جابر الاسدی کی طویل روایت ان کے ذاتی تاثر کی نقل فرمائی کہ قبیصہ نے فرمایا: ثم صحبت معاویۃ فما رأیت رجلاً احب رفیقاً ولا اشبہ سریرۃ بعلانیۃ منہ (ج ۶ ص ۱۸۸)

ابوبکر الاثرم اور ابن بطہ نے متعدد طرق سے حضرت قتادہ کا قول نقل کیا۔ لو اصبحتم فی مثل عمل معاویہ لقال اکثرکم ھذا المھدی۔ اسی طرح حضرت مجاہد نے فرمایا: لو ادرکتم معاویۃ لقلتم ھذا المھدی۔ ابوبکر اثرم نے فرمایا کہ ایک مجلس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے عدل و انصاف

کا ذکر ہوا تو حضرت اعمش نے فرمایا فکیف لو ادرکتم معاویہؓ قالوا فی حلمہ؟ قال لا واللہ بل فی عدلہ ۔ عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے ابو اسحاق السبیعی کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے حضرت معاویہ کا ذکر چھیڑ کر فرمایا: لو ادرکتموہ او ادرکتم ایامہ لقلتم ۔ کان المہدی ۔ حضرت امیر معاویہؓ کے بارہ میں ائمۃ اعلام کی یہ بلند پایہ شہادتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد کی مقبولیت کی شہادت دے رہی ہیں ۔ جس میں کہ حضور نے حضرت معاویہؓ کے بارہ میں فرمایا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعلہ ہادیا، مہدیا، واھد بہ ۔ وھو من اعلام النبوۃ (والحدیث رواہ الترمذی فی المناقب) اس کے علاوہ امام طبرانی نے بھی جلیل القدر علماء وائمۃ عظام سے بروایت عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃ نقل فرمایا: ان النبی علیہ السلام قال لمعاویہ اللھم علمہ الکتاب و الحساب وقہ العذاب (وکذا اخرجہ البخاری فی التاریخ ۔ واحمد فی حدیث العرباض وابن جریر من حدیث ابن مہدی وزاد فی روایۃ لبشر بن السری وادخلہ الجنۃ وغیرہم من رواۃ ھذا الدعاء النبوی لمعاویہ من الصحابۃ اکثر من ان یحصوا او انظر البدایۃ ج ۸ ص ۱۲۰ و تاریخ دمشق لابن عساکر ۔ اتنی متواتر حدیث اور دعوات نبویہ کے بعد بھی اگر کوئی حضرت معاویہؓ سے بغض اور کدورت رکھے وہ درحقیقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ان کے محبانہ برتاؤ اتنے اعتماد اور بھروسہ پر) اظہار ملامت و ناراضگی کر رہے ہیں ۔ فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم الآیۃ ۔

اس کے علاوہ خود حضرت معاویہ کا یہ ارشاد کہ واللہ ما حملنی علی الخلافۃ

الاقول رسول الله صلى الله عليه وسلم لى يا معاويه ان ملكت فاحسن
وفى رواية ان وليت أمر الناس فاحسن اليهم (البداية ج ٨ ص ٢٠ البيهقى
ازالة الخفاء لشاه ولى الله) قال معاويه فما زلت اظن انى مبتلى بعمل وغير ذلك
من الروايات ما تدل على ان الامارة والخلافة تصل اخرًا اليه لحديث
ام حرام رض ما رواه انس ان النبى عليه السلام نام عندها القيلولة ثم استيقظ
وهو يضحك لانه رأى ناسًا من امته غزاة فى سبيل الله يركبون ثبج البحر الخ
(البخارى ج ٣ ص ٢٠١ ومسلم كتاب الامارة) قال الحافظ بن كثير (ج ٨ ص ٢٢٩)
يعنى جيش معاويه حين غزا قبرس ففتحها سنة ٢٧ھ ايام عثمان بن عفان
(بقيادة معاويه عقب انشاءه الاسطول الاسلامى الاول فى التاريخ) وكانت
معهم ام حرام فى صحبة زوجها عبادة بن صامت الى قوله وهذا من اعظم
دلائل النبوة -

ومن فضائله - الجنّة | ما رواه كنز العمال بقوله - يبعث الله تعالى معاويه يوم القيامة وعليه رداء من نور
الايمان (كنز العمال ج ٦ ص ٢٩٠) ومن فضائله اعتراف حبر الامة ابن عباس رض
بتفقهه كما رواه البخارى من حديث ابن ابى مليكة ان ابن عباس
قيل له هل لك فى امير المومنين معاوية فانه ما اوتر الا بواحدة
فقال انه فقيه - وما اخرجه ابن كثير فى التاريخ (ج ٨ ص ١٣٥) من قول
عمرو بن العاص قال ما رأيت احدًا اسود من معاويه (اى السيادة)
قال جبلة قلت والعمر؟ قال كان عمر خيرًا منه وكان معاوية اسود منه

علاتہٗ مع سیاستہٖ وسیادتہٖ کان من الزاھدین والصفوۃ الصالحین فغی روایۃ احمد کتاب الزھد (ص ۱۷۲) رائیت معاویۃ علی المنبر بدمشق یخطب الناس وعلیہ ثوب مرقوعٌ وغیر ذلک من تقشفہٖ ماستدل علی ان الصور الحقیقیۃ لمعاویہ تخالف الصور الکاذبۃ التی کان اعداء الاسلام یصورونہٗ بھا ھذا ولم یتسع المقام ھنا الاکثر من ھذا۔

صحابہ کرام کی تنقیص اور حضرت معاویہؓ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو خود ان حضرات کے باہمی برتاؤ اور حقیقت پسندی قدر مراتب سے سبق لینے کے لئے آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک دو اقوال کو نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو انہوں نے امیر معاویہ اور ان کے گروہ کے نسبت ارشاد فرمائے ۔ نہج البلاغۃ مطبعہ مصر میں ہے۔ "ومن کتاب لہٗ ان علی علیہ السلام کتبہ الی اھل الامصار تقص فیہ ماجری بینہٗ وبین اھل الصفین وکان بدء امرنا انا التقینا والقوم من اھل الشام والظاھران ربّنا واحدٌ ونبیّنا واحد ودعوتنا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ لا نستزیدھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ ولا یستزیدو ننا فالامر واحد الّا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان ونحن منہٗ براء (انتہی)

اللہ اللہ ۔ رحماء بینھم کے اس مقدّس گروہ کی کیا شان ہے۔ کہ اختلاف کے باوجود حقیقت کی راہ آنکھوں سے نہیں چھپی ۔حضرت علیؓ نے صفین سے واپس ہو کر کتنی وسیع النظرفی تحمل اور شان مومنانہ سے اپنے اتباع کو نصیحت کی جیسے حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی جلیل القدر کتاب ازالۃ الخفاء کے اختتام میں

بروایت شعبی عن الحارث نقل کیا: ایها الناس لاتکرھوا امارۃ معاویہؓ فواللہ لوفقدتموہ لقد رأیتم الرؤس تنزو اعن کواھلھا کالحنظل

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کتنی عجیب بات کہی: قوم طہر اللہ سیوفنا عن دماءھم فلنطہر السنتنا عن اعراضہم واللہ اعلم۔

سمیع الحق غفرلہٗ

۲۳ جمادی الثانی ۸۲ھ

ضمیمہ نمبر ۳

ماتورثہ التقیۃ؟

ولنوضح ذلک بما قالہ الشیخ الامام محمد قاسم النانوتوی مؤسس دار العلوم الدیوبندیۃ ومن جعلہ اللہ حصناً حصیناً للاسلام فی الدیار الھندیہ۔ فقال ..... فی رسالتہ الخالدۃ (قاسم العلوم ع۴ ص۱۷)

"آرے برطبق اصول شیعہ شہادت حضرت امام الشہداء (حضرت حسین) درکنار دین وایمان شان ہم از دست می رود نعوذ باللہ منہا اگر باور نباشد بنگر کہ درکافی کلینی روایات دریں باب کہ ہر کرا التقیہ نیست دین وایمان ندارد وارد شدہ اند مع سند نقل می کنم: (۱) عن ابن عمر ھشام بن سالم

عن ابن ابی عمر الاعجمی قال قال ابوعبد اللہ یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہٗ والتقیۃ فی کل شیئ دفی المسح علی الخفین۔

(۲) عن محمد بن یحییٰ عن احمد بن عمر بن خلاد قال سألت ابا الحسن عن القیام للولاۃ فقال ابوجعفر التقیۃ دینی ودین آبائی ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہٗ ازیں روایت مثل آفتاب روشن می برآید کہ ہر کہ تقیہ نکند بے دین و بے ایمان است اکنوں از حضرات شیعہ التماس ست کہ اگر ہمیں تقیہ است حسن خاتمہ حضرت امام الشہداء معلوم چہ جائیکہ شہادت وظاہر است کہ دریں روایت ہیچ گونہ گنجائش تاویل یا تخصیص نیست اگر تاویل فرمانید یا تخصیص بعدے وشخصے نمانید مسموع نخواہد بود اکنوں ازیں چارہ نیست کہ مذہب اہل سنت اختیار کنند واگر از اتباع حق عار و انکار است لاجرم از ائمہ دوازدہ گانہ کل یازدہ باقی خواہند اند اندریں صورت انکار از حق و اصرار بر مذہب باطل لاجرم خواہد آمد .... چہ حضرت امام را دریں ضیق و ناچاری کہ مقابل سی ہزار فوج جرار چند معدود بودند وآں ہم یکے بعد دیگرے شربت شہادت چشیدند تقیہ لازم بود۔ اگر در اول امر امید بود در آخر وقت کہ ہیچکس نماند تقیہ لازم افتادہ بودے

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

❊

ضمیمہ نمبر ۴

مصالحة حسن رض ومعاویہ رض وتفویضہٗ الخلافة ومبایعتہٗ علی یدیہ

انّ تسلیم الحسن بن علی الأمر لمعاویة ومصالحتہما من الحقائق اللّتی صرّح بہما سائر اعاظم المورخین ونقدۃ الرجال والروایات المستفیضة الشائعة فی ذلک لاتقتصر علی کتب اھل السنۃ بل صرّح بکثیر من ذلک رجالٌ من الشیعۃ وما اکتفوا بذکر مسالمتہما بل یصرّحون علی بیعۃ السیدین الشہیدین سیّدیَ شباب اھل الجنّۃ الحسن رض والحسین رض کلیہما علی یدی الأمیر معاویہ ففی روایۃ رجال کشی بروایۃ الامام جعفر الصادق ان الحسن والحسین وقیس بن عبادہ لماقدموا الی الشام فاذن لھم معاویہ واعدلھم الخطباء فقال یاحسن قم فبایع ثم قال للحسین قم فبایع فقام فبایع (بحار الانوار ج ۱۰ صـ ۱۲۴ مطبوعہ ایران)

وممّا یدل علی الوساطۃ بین الحسن رض ومعاویہ رض وصلحہما مارواہ الامام البخاری فی کتاب الصلح من صحیحہٖ (ج ۳ صـ ۱۶۹) عن الامام الحسن البصری قال استقبل ـ واللہ ـ الحسن بن علی معاویہ بکتائب أمثال الجبال (الی قولہ) فما سألھما شیئاً الّا قالا نحن لک بہٖ فصالحہٗ (انتہیٰ) عقد بیعۃً من الحسن لمعاویہ فی موضع یقال لہٗ "مسکن" علی نہر دجیل فی ربیع الأول سنۃ احدیٰ واربعین

فسمّی ذلك العام عام الجماعة لاجتماع المسلمين بعد الفرقة (هامش "العواصم" لمحی الدين الخطيب ص٢٠١ ابن كثير- البداية ص١٧ ج ٨)

وهكذا اصدّق الله خبر نبيّه الصادق المصدوق الّذی لا يخبر عن شیٔ الّا ويأتی مثل فلق الصبح- فعن الحسن ای البصری قال لقد سمعت ابابكرة يقول: رأيت رسول الله صلی الله عليه وسلم علی المنبر والحسن بن علی الی جنبه وهو يقبل علی الناس مرّةً وعليه أخری ويقول" انّ ابنی هذا سيّدٌ ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين (البخاری فی كتاب مناقب الحسن والحسين ج ٤ ص٢١٦ = احمد عن سفيان - وفی دلائل النبوة عن عبد الله بن محمد وابو داؤد والنسائی ومعمر وابن عساكر ج ٣ ص٢١١-٢١٢ عن جماعة ثم شرع ابن عساكر فی تطريق هذه الروايات فافادوا اجاد = الامام ابن كثير فی البداية والنهاية ص١٧-١٩ ج ٨)

وفی رواية البراء" والحسن علی عاتقه" ويقول اللهم انی أحبّه فاحبّه. وفی رواية ابی هريرة واحبّ من يحبّه (بخاری ومسلم)

ومن عناصر ايمان الرافضة بل الاساس الاول فی اعتقادهم ايمانهم بعصمة الحسن وابيه واخيه وتسعةٍ من ذرية اخيه ومن مقتضی عصمة الائمة انهم لا يخطئون وكل ما صدر منهم فهو حق والحق لا يتناقض واهم ما صدر عن الحسن بن علی بيعة لامير المومنين معاوية فكان يجب للرفضة ان يدخلوا فی هذه البيعة وان يؤمنوا بانها الحق لانها عمل صدر من المعصوم عندهم لكن المشاهد من حالهم انهم كافرون

بها و تتهمون فی ذلک الامام "المعصوم" حتی ان جماعة من الرافضة فسّقته (والعیاذ باللّٰه) وکفرته طائفة لاجل ذلک وقیل له " انه مسوّد وجوه المومنین" کما صرح به القاضی ابوبکر بن العربیؒ م ۵۴۳ھ فی کتابه العواصم من القواصم (ص ۱۹۸) ولا یخلو احد من احد الوجهین فامّا انهم کاذبون فی دعوی العصمة لائمتهم الاثنی عشر فینهار دینهم من اساسه کما ینهار فی التقیة اساسهم الآخر بان لم یعمل الامام الحسین بالتقیة کما اشرنا الیه فی مکتوب الشیخ محمد قاسم النانوتویؒ فی موضع آخر واما ان یکونوا معتقدین عصمة الحسن وان بیعه لمعاویة هی من عمل المعصوم وان یبطلوا التقیة بان ترکها الحسینؓ لکنهم خارجون علی الدین ویخالفون للمعصوم فیما جنح الیه واراد ان یلقی اللّٰه به -

واما المومنون برسالة جدّ الحسن صلی اللّٰه علیه وسلم فیرون مسالمته مع معاویة وبیعته اقرب اعماله الی اللّٰه واعظم منته علی امة جده علیه السلام بحقن دماء المسلمین. وعلی رغبة ورضاءٍ منه لا عنوة ولا اضطرار وهی من اعلام النبوة لانها حققت ما نبأ به صلی اللّٰه علیه وسلم فی سبطه سیّد شباب اهل الجنة من انه سیصلح اللّٰه به بین فئتین عظیمتین من المسلمین" فهو متفق علیه وتناولته البشری النبویة بالثناء والرضا کما قال شیخ الاسلام ابن تیمیةؒ فی منهاج السنة (ج ۲ ص ۲۴۲) وهذا الحدیث بین ان الاصلاح بین الطائفتین کان ممدوحًا یحبه اللّٰه ورسوله وان ما فعله الحسن من ذلک کان من اعظم فضائله

ومناقبہ اللّتی اثنیٰ بھا علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولوکان القتال واجباً اومستحباً لم یترک النبی علیہ السلام بترک واجب اومستحب ..... الخ

وکما قال العلامۃ ابن الکثیر رحمۃ اللہ ۔ البار الراشد الممدوح ولیس یجد حرجاً ولا تلوماً ولا ندماً بل ھو راض بذلک مستبشر بہ وان کان قد ساء ھذا اخلقاً من ذویہ واھلہ وشیعتہم ولاسیما بعد ذلک بمدد وھلم جراً الی یومنا ھذا والحق فی ذلک اتباع السنۃ ومدحہ فیما حقن بہ دماء الامۃ کما مدحہ علی ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما تقدم فی الحدیث الصحیح (البدایۃ والنھایۃ ج۸ ص۱۹)

فللّٰہ درّ الامام الباقرؒ حیث صدع عن الحق وقال :

والذی صنعہ الحسن بن علی کان خیراً لھذہ الامۃ مما طلعت علیہ الشمس (بحار الانوار ج ۱۰ ص۱۶۴ من کتب الشیعۃ)

ولو لم یکن ظاھرہ کباطنہ فی المسالمۃ لما شرط فی تلک العقد علی معاویہ والحال انہ شرط بعض الامور مما تدل علی خلوصہ ورضاءہ فبایعہ علی ان یسلم علیہ ولکن لا یترک امر المسلمین علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ وسیرۃ الخلفاء الصالحین (بحار الانوار ج۱۰ ص۱۲۴ مطبوعہ ایران)

فقد ابطل الشیخ القاضی ابوبکر قول الرفضۃ باستخلاف علی الحسن فقال اما قول الرفضۃ انہ عھد الی الحسن فباطل ما عھد الی احد (اقول کما تدل علیہ روایۃ الامام احمد عن عبد اللہ بن سبع قال

سمعت علیًا یقول وذکرانہٗ سیقتل قالوا فاستخلف علینا قال لاولکن اترکم الی ما ترکم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالوا فما تقول لربّک اذا اُتیتہٗ قال اقول اللھم ترکتنی فیھم ما بدا لک ثم قبضتنی الیک وانت فیھم فان شئت اصلحتھم وان شئت افسدتھم (مسند احمد ج ا ص ۱۳۰ برقم ۱۰۷۸ ومثلہٗ برقم ۱۵۶ والحافظ ابن کثیر عن البیھقی ص۳۲)

ولکن البیعۃ للحسن منعقدۃ وھواحق من معاویہ ومن کثیر من غیرہٖ وکان خروجہٗ لمثل ماخرج الیہ ابوہ من دعاءِ الفئۃ الباغیۃ الی الانقیاد للحق والدخول فی الطاعۃ فآلت الوساطۃ الی ان تخلّی عن الامر صیانۃ لحقن دماء الامّۃ وتصدیقًا لقول نبیّ الملحمۃ حیث قال علی المنبر " ابنی ھذا سیّد ولعل اللّٰہ ان یصلح بہٖ بین فئتین عظیمتین من المسلمین فنفذ المیعاد وصحّت البیعۃ لمعاویۃ العواصم من القواصم (ص ۱۹۹ - ۲۰۰ مطبوعہٗ مصر)

وھکذا اجتمع شمل المسلمین بعد تفرقھم وتفرغوا للحروب الخارجیۃ والفتوح ونشر دعوۃ الاسلام واعلاء الویۃ الرسالۃ المحمدیۃ فی اقصیٰ العالم وکان ینبغی ان لیجعلوا فی ایثار الحسن و عقد البیعۃ امجادًا لایستطیع الخیر مثلھا وللّٰہ فی کل شیئ حکمۃ فنحن نعدّون بھذ الصلح الحسن "مبیّض وجوہ المومنین" واللّٰہ علی کل شیئ علیم ۔۱۲

وانا العبد الضعیف سمیع الحق غفرلہٗ ولمن ربّاہٗ
جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ یوم الاحد بعد صلوۃ العشاء
فی ایام الشتاء

ضمیمہ نمبر ۵

تزویج ام کلثوم بنت علیؓ بعمرؓ مع بعض شواہدہٖ

صرّح المورخون الثقاة باسرھم بتزویج امّ کلثوم بنت فاطمة مع عمر بن الخطاب کالعلامة الطبریؒ فی التاریخ الکبیر وابن الحبّان فی کتاب الثقاة وابن قتیبہؒ فی المعارف وابن اثیرؒ فی الکامل وابن الکثیرؒ فی البدایة نصوّا جمیعًا علی ان ام کلثوم بنت الفاطمہ کانت زوجة عمر وصرّحوا انہّا غیر ام کلثوم اللّتی کانت زوجتہٗ من قبلھا (وھی ام کلثوم بنت جرول الخزاعی المعروفة بالملیکة کما صرّح بہٖ ابن الکثیر فی البدایة ص ۱۳۹ ج ۷ بروایة الواقدی طلقھا عمر فی سنة ۶ھ وما اسلمت ..... (الفاروق ج ۲ ص ۲۱۳) وقال ابن الکثیرؒ فی ذکر ازواج عمرؓ وتزوج ملیکة بنت جرول فولدت لہٗ عبید اللّٰہ فطلقھا فی الھدنة) وفرّق المورخون بینھما۔ ففی ثقات ابن حبان ذکر خلافة عمر : ثم تزوج عمر ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب وھی من فاطمہ (رضی اللّٰہ عنھا) ودخل بھا فی شھر ذی القعدة : وفی معارف ابن قتیبة ذکر اولاد عمر وفاطمة وزید وامھّا بنت علی بن ابی طالب من فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

وقد فصّل ابن اثیرؒ فی کتاب اسد الغابة فی احوال الصحابة سیرتھا وتزویجھا

مع عمر ؛ واوثق من جميع ذلك مافی صحیح البخاری اصحّ الکتب تحت ادیم السماء بعد کتاب اللہ تعالیٰ (مع رغم منکری الحدیث المخذولین خذلھم اللہ تعالیٰ) ۰ ان عمر وزّع المرط فی النساء مرّۃ فبقی واحدٌ وتردّد عمر فیمن یعطیھا فقال لہٗ رجلٌ یا امیر المومنین اعطِ ھذا ابنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّتی عندک یریدون ام کلثوم (الروایۃ بالمعنی صحیح البخاری باب الجہاد ص۴۰۳) وممّا نصّ بہٖ المورخون ان صداقھا فی تزویج عمر کانت اربعین الاف درھم وولدت لھا من عمرؓ زیدٌ ورقیۃ وکانت وفات زید بقتلہٖ خطاءً وذلک یوم ماتت امہٗ ام کلثوم (رحمۃ للعالمین ج۲ ص۱۲۶ الفاروق ۲ ص۲۱۳) وقد بسط المورخ الشھیر العلامۃ شبلی النعمانیؒ الھندی الکلام فی ذلک فلیراجع الی کتابہٖ الجلیل الفاروق ج ۲ ونکحھا عمر تشرفاً وتکرماً بقرابۃ النبیؐ وصلتہ بہٖ ۔

ومن ناحیۃٍ اخرٰی | واما الرفضۃ فکابروا وتسامحوا فی ذلک علی حسب عادتھم فمن المعاندین منھم من تعاموا وانکروا تلک الحقیقۃ الثابتۃ ومنھم من لم یجترءُوا علی الانکار ولکن قالوا انّھا کانت بظلم من عمر وقھرٍ وغلبتہٖ ومنھم من اعترفوا برضاءِ علی ورغبتہٖ فی ذلک ولکن قالوا ان علیاً اراد بذلک القرابۃ اصلاح غلظۃ عمر وفظاظتہٖ (والعیاذ باللہ) کما یدل علیہ ما نقلہٗ العلامۃ الشوستری فی مجالس المومنین عن کتاب مشقی للسید مرتضی من قول ابی الحسن علی بن اسماعیل : پرسیدند کہ چرا آں حضرت (علیؓ) دختر بہ عمر بن الخطاب داد، گفت

بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود بہ زبان واقرار فضل حضرت امیرؓ می کرد و درآں باب اصلاح غلظت وفظاظت او نیز منظور بود (بحوالۂ نصیحۃ الشیعہ ج اول ص ۱۳۹ از مولانا عبدالشکورؒ لکھنوی)

نوا اسفاً علی اخواننا الشیعۃ کیف بہتوا علی الامیر علی وھو اسد اللہ تعالیٰ بان یغصب بنتہ وھو لا یدافع ولا یحس بل یغتنم غصب عمرؓ بان یصیر بذلک ختنہ فلا یجبر لعد ذلک علیہ وکیف یکون الغصب والجبر من عمر وھو علی اقول الشیعۃ کان ترتعد وتخاف وتضطرب کلما رائی علیاً فی الشوارع او الطریق کما فی حیات القلوب (ج دوم ص ۳۴۷) علی بن ابراہیم از ابو وائلہ روایت کردہ است کہ گفت روزے با عمر بن الخطاب براہے می رفتم ناگاہ اضطرابے در او یافتم وصدائے از سینۂ او شنیدم مانند کسے کہ از ترس مدہوش شود گفتم چہ شد ترا اے عمر گفت مگر نمی بینی شیر بیشۂ شجاعت را و معدن کرم وفتوت را و کشندۂ طاغیان و باغیان را و زنندۂ شمشیر و علمدار صاحب تدبیر را چوں نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم (الی آخر ما فی حیات القلوب) فالحق ان القرابۃ بین عمر وعلی کان لصلۃ الاسلام وصلۃ الرسول علیہ السلام لا بجبر وغصب من الفاروق ولا بخوف وطمع من المرتضیٰ وھکذا فاز عمر بمزیۃ قرابۃ الرسول وصار ختناً للنبی علیہ السلام بواسطۃ ام کلثوم بنت الفاطمۃؓ کما تشرف بصہریتہ الرسولؐ بواسطۃ الحفصۃؓ، فعلی یزوجہ البنت واتباع علی یبغضونہ لقد عتوا عتواً کبیرا ؎

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

ولنذکر نبذۃ من مصرّحات کتب الشیعۃ المشہورۃ لتکون حجۃ قاطعۃ علی المعاندین وشہادۃً کاملۃ لمزیّتہٖ العالیۃ۔ والہدایۃ من اللّٰہ۔

مصرّحات ائمۃ الشیعۃ

(۱) عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنہا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعۃٍ واحدۃٍ (تہذیب الاحکام صـ۳۸۰)

(۲) ان علیا علیہ السلام لمّا مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدہا فانطلق بہا الی بیتہٖ (فروع کافی ج۲ ص ۳۱۱)

(۳) جناب ام کلثوم کبریٰ دختر فاطمۃ الزہراء در سراء عمر بن الخطاب بود از وے فرزند بیاورد چوں عمر مقتول شد محمد بن جعفر بن ابی طالب او را در حبالۂ نکاح خود آورد (ناسخ التواریخ باب تزویج ام کلثوم بعمر بن الخطاب صـ۴۷ تا ۶۷)

(۴) ام کلثوم کبریٰ دختر فاطمۃ الزہراء در سرای عمر بن الخطاب بود از وے فرزند زید تولّد شد۔ (تاریخ مظفری صـ۴۷، ۶۸)

(۵) علامۃ الشیعۃ نور اللّٰہ الشوستری یصرّح بان النکاح کانت برضا علیؓ وتسلیمہٖ حیث قال اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد (مجالس المؤمنین صـ۸۲)

وغیر ذلک من روایاتہم وتصریحاتہم انظروا کتبہم۔ (۶) الاستبصار صـ۱۸۴ ج۳ (۷) تہذیب الاحکام ج۲ (۸) علل الشرائع والاحکام صـ۴۳ (۹) دمع الہتون صـ۱۸۴ (۱۰) ایضاً صـ۱۶۱ ۱۲۔ واللّٰہ اعلم وعلمہٗ اتم الحبد المذنب۔

سمیع الحق غفرلہٗ

ضمیمہ نمبر ۶

صہریۃ عثمان رض وکونہ زوج بنتی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

نبذۃ مما صرح بہ کتب الشیعۃ

ان من الشیعۃ من ینکرون ختنیۃ عثمان للنبی علیہ السلام ویزعمون ان رقیۃ وام کلثوم ماکانتا من بنات خدیجۃ من النبی علیہ السلام بل من زوجہا الاوّل ولکن ذلک مما تابی عنہ الاحادیث الصحیحۃ والاخبار المتواترۃ ویخالفہ ظاہر النص حیث قال اللّٰہ تعالیٰ قل لازواجک وبناتک الآیۃ واقل الجمع ثلثۃ۔ ولنذکر عدۃ اقوال من کتب ائمۃ الشیعۃ لیکون رداً لاقوالہم الکاذبۃ وفضیلۃً فاخرۃ لذی النورین عثمان رضی اللّٰہ عنہ ففی نہج البلاغۃ من قول علی لعثمان بعد ذکر مناقبہ الکثیرۃ۔ وقد نلت من صہرہٖ مالم ینالا (ای الشیخین رض) (شرح ابن میسم مطبوعہ ایران جزو ۲۱) فثبت من کلام الامیر رض صہریۃ عثمان وانہا فضیلۃ فضل بہا الامیر رض عثمان علی الشیخین۔ وکتب الملا باقر المجلسی فی حیات القلوب (ج ثانی باب پنجاہ ویکم) نقلاً عن قرب الاسناد بسندٍ معتبر عن الامام الصادق رض ان ام کلثوم ورقیہ کانتا من بطن خدیجۃ من بنات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وکذا روی ابن بابویہ بسندٍ صحیح انہما کانتا من بنات النبی علیہ السلام ثم قال ان المشہور من

بناتہ الاربعۃ' الاولیٰ زینب ثم ام کلثوم ثم رقیہ۔ ثم کتب مالفصّۃ': "جمع از علمائے خاصہ و عامہ را اعتقاد آنست کہ رقیہ و ام کلثوم دختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر و بعضے گفتہ اند کہ دختران ہالہ خواہر خدیجہ بودہ اند بر نفی ایں دو قول روایات معتبرہ دلالت می کنند" وقد افتریٰ الملا باقر حیث نسب القول الاول الی العامۃ ای اہل السنۃ وفی اصول الکافی للشیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب الکلینی م ۳۲۲ھ باب مولد النبیؐ (ص ۲۷۸) ان النبی علیہ السلام نکح مع خدیجۃ وقبل البعثۃ ولدت من النبیؐ القاسم^۱ والرقیۃ^۲۔ و ام کلثوم^۳ و زینب^۴ و بعد البعثۃ ولدت لہٗ الطیب^۵۔ و الطاہر^۶۔ و الفاطمۃ^۷۔ وکذلک صرح الخلیل قزوینی فی کتابہ الصافی شرح الکافی بقولہ: زادہ شد برائے او از خدیجہ پیش از رسالت او قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم۔ وفی حیات القلوب (ج ۲ ص ۷۱۸/۷۲۸) و بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است...... فاطمہ را آنحضرت علیہ السلام با میر المؤمنین علی تزویج نمود و بعثمان بن عفان ام کلثوم را و بعد از و حضرت رقیہ را با و تزویج نمود: وقال صاحب حیات القلوب فی موضع آخر (ص ۲۳۰ باب ۲۵) و از جملہ آنہا (ای من مہاجری الحبشۃ) عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسولؐ کہ زن او بود: ونقل صاحب تہذیب الاحکام فی ادعیتہ فاطمۃ قولہا اللّٰہم صل علی رقیۃ بنت نبیک واللّٰہم صل علی ام کلثوم بنت نبیک (ج ۱ ص ۱۵۴ وکذا فی استبصار ج ۱ ص ۲۲۵ وفی تذکرۃ المعصومین (مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۹۱۹ء) واما تزویج خدیجۃ رضی اللّٰہ عنہا وہو ابن بضع عشرین سنۃ فولدت لہٗ منہا قبل مبعثہ رقیۃ و ام کلثوم وغیر ذلک من الروایات المتواترۃ عند الشیعۃ لا یابیٰ منہ الا معاند

زنیمٌ وتزویج النبیؐ ایاہ بنتیہ دلیلٌ واضحٌ علی ایمانہ الکامل وتقواہ وان النبی علیہ السلام یحبہٗ حبًّا شدیدًا ولوکان عثمان کما فرضہٗ الشیعۃ والعیاذ باللہ لما اتصلہ النبی فی قرابتہ ولما لقب "بذوالنورین" الی یوم القیامۃ و الفضل بید اللہ ولوکرہٗ المبطلون واللہ یھدی من یشاءُ الی صراط مستقیم ٥ والصلوٰۃ علی سیّد الوریٰ وعلی آلہٖ واصحابہٖ ذوی السعادات العلی ۱۲

عبدہٗ الجانی محمد سمیع الحق الحقانی سترہ اللہ بسترہٖ الجمیل

صفحہ ۵۵ کا ذیلی نوٹ

حضرت حجۃ الاسلام لسان الحکمۃ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

"شہر بانو، بادشاہ یزدجرد شاہ فارس کی بیٹی تھیں، حضرت عمرؓ کے زمانے میں غنیمت میں آئی تھیں۔ ان کو حضرت عمرؓ نے حضرت امام حسینؓ کے حوالے کر دیا تھا۔ اور دو اور جو اُن کی بہنیں تھیں ایک ماہ بانو اور ایک مہر بانو ان میں سے ایک تو

حضرت محمد بن ابی بکر کو دیدی تھی۔ اور ایک عبداللہ بن عمر کو ملی تھی۔ مگر جہاد کی عورتوں سے نکاح کی حاجت نہیں ہوتی اس لئے نکاح کی نوبت نہیں آئی۔ اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت عمرؓ کی خلافت حضرت علی اور حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے نزدیک حق تھی ورنہ پھر جہاد کے صحیح ہونے اور غنیمت کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر ان کی خلافت صحیح نہ ہوتی تو پھر سوچنے کی بات ہے۔ کہ یہ اعتراض کہاں کہاں تک پہنچتا ہے۔ اس صورت میں یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ قاسم بن محمد بن ابوبکر اور سالم بن عبداللہ بن عمر یعنی ایک ابوبکر کے پوتے اور ایک حضرت عمر کے پوتے حضرت امام زین العابدین کے خلیرے بھائی ہیں۔ پھر اس قرابت تازہ ہی کے سبب اور رشتے ہوتے رہے۔ چنانچہ حضرت قاسم مذکور امام صادق کے نانا بھی ہیں۔ انتہیٰ۔ ملاحظہ ہو مکتوب حضرت نانوتویؒ فیوض قاسمیہ ۱۶ تا ۱۷

افسوس کہ ان مسلمہ حقائق سے چشم پوشی کر کے تعصب و تفرقہ انگیزی اور خلفاء و اہل بیت کے درمیان نفرت کے پروپیگنڈے کا طوفان اٹھایا گیا۔ تاریخ اس قسم کی بددیانتیوں سے لبریز ہے۔ حقائق سے انکار و گریز اور کذب و افتراء مسبائی فتنے کا شعار ہے۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

وحمد الملک العلام خیر الختام

سمیع الحق